عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

KHATM-E-NUBUWWAT

جلد: ۲۵ | ۲ تا ۹/ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ مطابق یکم تا ۷/ جون ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۲۱

علمائے دین کا منصبِ حقیقی

”محمد رسول اللہ“ کا قادیانی تصوّر

نہایت جامع اور قیمتی نصیحتیں

زبان کی حفاظت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http/WWW.khatme-nubuwwat.org
http://WWW.khatme-nubuwwat.com

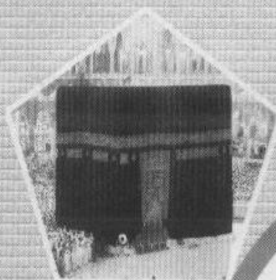

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کا کیا حکم؟

س:...... ایک آدمی اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا، نماز بھی پڑھتا ہے، لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا تو کیا وہ آدمی جنت کا حق دار ہے؟

ج:...... جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، وہ خدا پر یقین کیسے رکھتا ہے؟

جو ملنگ فقیر نماز، روزے کے قائل نہیں، وہ مسلمان نہیں، پکے کافر ہیں:

س:...... فقیر اور ملنگ پاکستان میں مزاروں پر بہت ہوتے ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو روزے اور نماز سے کنارہ کش کرلیا ہے، اللہ اور رسول کی باتیں کرتے ہیں، چرس پیتے رہتے ہیں، کیا ان کے لئے روزہ، نماز معاف ہے؟

ج:...... جو شخص نماز، روزے کا قائل نہیں، وہ مسلمان نہیں، پکا کافر ہے، جن فقیر ملنگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ اکثر و بیشتر اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

نماز کی اہانت کرنے اور مذاق اڑانے والا کافر ہے:

س:...... ایک عورت نے اپنے خاوند کو نماز پڑھنے کو کہا اور دوسرے لوگوں سے بھی کہلوایا تو خاوند نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کیا ٹخنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے سے ہی راضی ہوتا ہے۔ عورت صلوٰۃ و صوم کی نہایت پابند ہے، اس کو کسی نے یہ کہا ہے کہ تیرے خاوند کا تجھ سے نکاح باقی نہیں رہا، کیونکہ اس نے عبادت کا مذاق اڑایا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس طرح دوبارہ نکاح سے جہاں وہ آئندہ حرکت نہیں کرے گا، وہاں دوسرے لوگ جو اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں باز آجائیں گے۔

ج:...... اس شخص کا یہ کہنا کہ ”کیا اللہ تعالیٰ ٹخنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے سے ہی راضی ہوتا ہے“ نماز کی اہانت اور اس کا مذاق اڑانے پر مشتمل ہے اور دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا اور اس کی حقارت کرنا کفر ہے، اس لئے یہ شخص کلمۂ کفر بکنے سے مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اگر وہ اپنے کلمۂ کفر سے توبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہوجائے تو نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے، اور اگر اس کو اپنے کلمۂ کفر پر کوئی ندامت نہ ہو اور اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی بیوی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

بلاتحقیق حدیث کا انکار کرنا:

س:...... میں نے ایک حدیث مبارکہ پڑھی تھی کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے پاس سے نکل کر اس کے سر پر لٹکتا رہتا ہے، پھر جب وہ فراغت کے بعد پشیمان ہوتا ہے تو ایمان واپس آجاتا ہے۔ یہ حدیث میں نے اپنے ایک دوست کو اس وقت سنائی جب زنا کا موضوع زیرِ گفتگو تھا، اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ حدیث ہے، تو اس نے جواب دیا کہ چھوڑو یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مستند اور معتبر ہے یا ضعیف؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ میرے دوست کا یہ کہنا کہ ”یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں“ کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا جواب ذرا وضاحت اور تفصیل سے دیجئے گا۔

ج:...... یہ حدیث مشکوٰۃ شریف صفحہ۱۷ پر صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہے، آپ کے دوست کا اس کو مولویوں کی گھڑی باتیں کہنا جہالت کی بات ہے۔ ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے اور بغیر تحقیق کے ایسی باتیں کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے، ورنہ بعض اوقات ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد ۲۵ شمارہ ۲۱ ۳ تا ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ مطابق یکم تا ۷ جون ۲۰۰۶ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

حدود آرڈی نینس ترمیم کی آڑ میں	اداریہ	۴
علمائے دین کا منصب حقیقی	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
نہایت جامع اور قیمتی نصیحتیں	مولانا سید انظر رشیدی	۱۱
زبان کی حفاظت کیجئے	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	۱۳
ملی قیادت کی صفات عالیہ	مولانا محمد سلمان منصور پوری	۱۹
دعوت کی اہمیت وضرورت	مولانا محمد ساجد حسن مظاہری	۲۰
محمد رسول اللہ کا قادیانی تصور	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	۲۳
حقوق اولاد	پروفیسر محمد یونس نجومی	۲۵
حق کی تلاش	ابن القدیب	۲۷

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

حدود آرڈی نینس ترمیم کی آڑ میں......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بلاشبہ اس وقت پاکستان مسالکستان کا مصداق ہے اور وہ اپنے قیام کے ۶۰ سالہ طویل عرصہ کے بعد بھی تا ہنوز نومولود ہے۔ اس کے ساتھ یا اس کے بعد آزاد ہونے والے ممالک ترقی کی رفتار میں اس سے کہیں آگے نکل گئے ہیں‘ ان ممالک کی معیشت واقتصاد کا معاملہ ہو یا عدل وانصاف کے حصول کا مسئلہ! وہ ہر میدان میں کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہیں‘ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک پاکستان اپنے قیام کے مقصد کو نہیں پاسکا‘ بلکہ اس کے سیاہ وسفید کے مالک ابھی تک یہی فیصلہ نہیں کرسکے کہ یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا؟ اس کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟ اور ہمارے بزرگوں نے آگ وخون کے سمندر کیوں عبور کئے تھے؟

اس ملک کا قانون ودستور کیا ہونا چاہئے؟ یہاں حکومت واقتدار کن لوگوں کا حق ہے؟ یہاں کا قانون اسلامی وشورائی ہوگا یا مغربی اور جمہوری؟ یہ ملک اسلامی اقدار کا محافظ ہوگا یا مغربی اطوار کا؟ یہاں کا طرز زندگی اسلامی مساوات پر مبنی ہوگا یا طبقاتی اتار چڑھاؤ پر؟ اس ملک کی قیادت کے اہل کن اوصاف کے حامل ہوں گے؟ اور کون کون لوگ اس کی قیادت وحکومت کے لئے نااہل ہوں گے؟ یہاں عوام‘ عدلیہ‘ انتظامیہ اور فوج کا کیا کردار ہوگا؟ اور ان کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوں گی؟ اور جو اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کے مرتکب پائے جائیں گے‘ انہیں کن عواقب ونتائج کا سامنا کرنا ہوگا؟

چنانچہ اخبارات‘ میڈیا‘ جرائد اور رسائل اٹھاکر دیکھئے تو نظر آئے گا کہ ملک میں ہر طرف محرومیوں کا راج اور طبقاتی کشمکش کا دور دورہ ہے‘ چنانچہ اس ملک کا ایک طبقہ شاہی ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزار رہا ہے‘ تو دوسرا نان شبینہ کو محتاج ہے‘ اسی طرح ایک طرف اگر ملک کا اشرافیہ ملکی خزانہ سے اپنے کچن سے کیبنٹ تک کی تمام ضروریات وآسائشوں کے حصول کو اپنا حق سمجھتا ہے تو دوسری جانب وہی طبقہ مجبور ومقہور عوام کو سر چھپانے کے لئے مکان‘ پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے صاف پانی کی بنیادی ضروریات اور مفت علاج ومعالجہ کی سہولت فراہم کرنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

ایک طرف اگر ان کے لئے فلک بوس شاہی محلات ناکافی ہیں تو دوسری طرف غریب کے سر چھپانے کی جھونپڑی بھی ناقابلِ برداشت ہے‘ یہی اشرافیہ اور طاقت ور طبقہ اگر کسی قانون شکنی کا مرتکب ہو تو قانون آنکھیں بند کرلیتا ہے‘ لیکن اس کے برعکس مظلوموں اور مقہوروں کے خلاف ملکی قوانین‘ عدلیہ اور انتظامیہ یک دم حرکت میں آجاتی ہیں‘ بتلایا جائے کہ ہوش وحواس اور عقل وخرد رکھنے والی عوام اس منافقت اور دوغلے پن پر خاموش رہے گی؟ کیا عوام انسان نہیں؟ یا ان کے کوئی انسانی حقوق نہیں؟ کیا انہیں اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق نہیں؟ یا انہیں اپنے خلاف کئے جانے والے ان ناروا اقدامات پر احتجاج کا حق نہیں ہے؟

چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے اربابِ اقتدار ملکی اساس اور قیامِ پاکستان کے مقاصد پر توجہ دیتے اور موجودہ صورت حال کے ذمہ دار‘ نافذ غیر اخلاقی غیر انسانی اور خالص مغربی قوانین وتعزیرات کو تبدیل کیا جاتا اور اسلامی قوانین کو نافذ کرکے مسلمانوں کو اس کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جاتا‘ مگر اے کاش! ایسا نہ ہوسکا‘ شاید اس لئے کہ اس طرح کرنے سے طبقہ اشرافیہ کے مفادات متاثر ہوتے‘ ان کی بے جا خواہشات کے منہ زور گھوڑے کا راستہ رکتا تھا‘

اس لئے انہوں نے انگریز کے نافذ کردہ قوانین وتعزیرات کو جوں کا توں قبول کیا' اور اسے مقدس دستاویز کا درجہ دے کر اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا' اس کے برعکس اگر غلطی سے کسی حکمران نے' چاہے ناکافی ہی سہی' کسی قسم کی اسلامی دفعات نافذ کردیں' تو ان کو تنقید وملامت کا ہدف بنایا گیا' صرف یہی نہیں بلکہ گزشتہ چودہ سو سال سے نافذ اسلامی قوانین کو ظالمانہ' غیر متوازن اور موجودہ دور سے میل نہ کھانے والے کہہ کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

چنانچہ گزشتہ کچھ دنوں سے یہی طبقہ ہاتھ دھو کر ملک میں نافذ قانون حدود آرڈی نینس کے پیچھے لگا ہوا ہے' ایک طرف مغرب اور اس کی لادین این جی اوز انہیں غیر اخلاقی اور ظالمانہ قرار دینے میں اپنا پورا زور صرف کررہی ہیں' تو دوسری طرف ہمارے اخبارات' میڈیا اور برسر اقتدار طبقہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی راگنی الاپ رہے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ موجودہ حدود آرڈی نینس کا قانون سو فیصد مقدس آسمانی دستاویز ہے' اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں کسی ترمیم وتبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں' یقیناً یہ انسانوں کا مرتب کردہ آرڈی نینس ہے اور اس میں کمی کوتاہی اور غلطی کا بہرحال امکان ہے' لیکن موجودہ تناظر میں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جانا اور خاص طور پر اس پس منظر میں جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل میں کوئی قابلِ اعتماد اور اجتہادی صلاحیتوں کے حامل ثقہ علمائے دین بھی موجود نہیں ہیں' بلکہ ہماری معلومات کے مطابق اس میں ایسے افراد موجود ہیں جو سرے سے حدیث ہی کے منکر ہیں' اس مسئلہ کو ان کے حوالہ کر کے اس میں کتر بیونت کرانا یا اس کی ترامیم کا ''مقدس فریضہ'' ان کے سپرد کرنا' کیا گل کھلائے گا؟ کسی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

بلاشبہ جس طرح اسلامی آئین ودستور ملک وقوم کی صلاح وفلاح کا داعی اور امن وعافیت کا علم بردار ہے' اور وہ کسی ایسے امر کی اجازت نہیں دیتا جس سے مسلمان کسی ہیجان میں مبتلا ہوں یا معاشرہ ظلم وتعدی کا شکار ہو' اسی طرح علمائے امت نے بھی ہر دور میں انہی روایات کا پاس کیا ہے' چنانچہ روزنامہ جنگ کی جانب سے ''ذرا سوچئے'' کے تحت علماء کے اس قانون سے متعلق تاثرات سے بھی یہی تاثر ابھر کر سامنے آیا ہے کہ ملک بھر کے ثقہ علماء نے یہی کہا ہے کہ انسانوں کے مرتب کردہ ہر قانون اور دستور میں بہرحال کمی کوتاہی اور غلطی کا امکان موجود ہے اور اس کی اصلاح سے کسی کو اختلاف نہیں ہے' لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اس کی آڑ لے کر سرے سے اس قانون کو نابود کردیا جائے' یا دوسرے مسلمہ اسلامی عقائد پر ہاتھ صاف کیا جائے' ہمیں اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اس کی آڑ میں لادین قوتیں اسلام کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کریں گی۔

چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء کے ادارتی نوٹ کے مطالعہ سے ہمارے اس اندیشہ کو تقویت ملتی ہے کہ اس قانون کی ترمیم کو آڑ بنا کر مسلمہ دینی عقائد وایمانیات میں تحریف وتبدیلی کا آغاز کیا جائے گا' چنانچہ روزنامہ جنگ کا ادارتی نوٹ ملاحظہ ہو:

حدود آرڈی نینس پر علمائے کرام کا متوازن اظہارِ خیال

''جیو ٹی وی چینل نے ایک عرصے سے متنازع حدود آرڈی نینس پر پاکستان کے ہر مکتبِ فکر کے جید' معزز اور محترم علمائے دین سے رائے لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے جو یقیناً اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ اس حوالے سے ملک میں شہریوں کو ان مسائل پر کھلے عام اظہار خیال کا موقع ملے گا جن کو اب تک چھونے کی بھی روایت نہیں تھی۔ مذہبی امور پر اس وقت دنیا بھر میں جو صورت حال پائی جاتی ہے' جس طرح بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے تبادلہ خیال ہورہا ہے' اس تناظر میں حدود آرڈی نینس پر قومی مباحثے کا آغاز بلاشبہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ پاکستان میں ایسی سول سوسائٹی کے قیام کے لئے ایک نمایاں کوشش ہے جہاں مذہب کو دوسروں کے حقوق کے استحصال کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ اس میں بنیادی طور پر سوچنے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ ''ذرا سوچئے'' کی یہ تحریک ایسے معاشرے میں عقل واستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے' جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ پابندی ہو' جہاں

قبائلی، جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ تمدن نے شہریوں کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے محروم کر رکھا ہو۔ یہ قابل تحسین امر ہے کہ اس سلسلے کا آغاز اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سمیت ہر مسلک کے علماء کے ارشادات سے کیا گیا ہے۔ ان متنازع امور پر اسکالرز، خواتین، این جی اوز تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہے ہیں۔ اس مباحثے میں شریک تمام علمائے کرام اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، اپنے اپنے مسلک پر اتھارٹی ہیں۔ انہوں نے بہت غور وفکر کے بعد اس حساس قانون پر انتہائی متوازن رائے ظاہر کی ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ بھی علمائے کرام دوسرے ایسے متنازع امور پر اپنی قیمتی رائے کھلے ذہن کے ساتھ ظاہر کرتے رہیں گے۔ جس سے معاشرے میں پائے جانے والے ابہام، تذبذب اور فکری انتشار کے خاتمے میں مدد ملے گی۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ فاضل ادارتی نوٹ لکھنے والے نے بین السطور اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ:

''......''ذرا سوچئے'' کی تحریک ایسے معاشرے میں عقل واستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ پابندی ہو......''

گویا ''حدود آرڈی نینس'' میں ترمیم وتبدیلی کا ہمالیہ اور اس کی چوٹی سر کرنے کے بعد ہمارا اگلا ہدف یا اگلا قدم، عقائد کی تبدیلی پر سوچنے کا ہوگا۔

بظاہر یہ ایک معمولی سا کلمہ اور ایک مختصر سا جملہ ہے، مگر یہ اپنے اندر کس قدر خوفناک زہر لئے ہوئے ہے؟ سر دست اس کا اندازہ شاید کسی کو نہ ہو، مگر تھوڑے سے غور وفکر سے احساس ہوگا کہ آئندہ اہالیانِ پاکستان کو عقائد وایمانیات کے معاملہ میں بھی آزادی دی جائے گی، اور انہیں اپنی عقل واستدلال کے زور پر صریح نصوص اور قطعی عقائد میں تبدیلی کی آزادی سے بھی نوازا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں انہیں مذہب بدلنے اور ارتداد کی آزادی سے بھی سرفراز کیا جائے گا؟

گویا اس اسلامی ملک میں اب آئندہ جو شخص اپنی عقل اور عقلی استدلال سے اسلام کو ترک کر کے عیسائیت، قادیانیت، یہودیت یا ہندویت اختیار کرے گا، اس کو اس کی بھی آزادی ہوگی۔

کیا یہ ملک اسی لئے بنایا گیا تھا کہ یہاں اسلام کے بجائے ارتداد کی عمل داری ہوگی؟ اور یہاں قرآن وسنت اور نصوصِ قطعیہ کی بجائے نارسا عقلِ انسانی کو تفوق وبرتری حاصل ہوگی؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اربابِ عقل وخرد اور اصحابِ علم وفضل کو اس نہج پر سوچنے اور ارتداد کی اس تحریک کے سامنے بند باندھنے کی حکمت عملی پر غور وفکر کی شدید ضرورت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر، چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

علمائے دین کا منصب حقیقی

مفکرِ اسلام حضرت اقدس مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کا علمائے کرام سے فکر انگیز خطاب

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط“

(المائدہ:۸)

ترجمہ:”اے ایمان والو! کھڑے ہوجایا کرو‘ اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی۔“

حضرات! علمائے کرام کی اس موقر مجلس میں کچھ عرض کرنا بڑی ذمہ داری کی بات ہے‘ پرانا حکیمانہ مقولہ ہے:”لکل مقام مقال“ میں کوشش کروں گا کہ اس اہم‘ اور باوقار مجلس اور موقع محل کے مطابق معروضات وخیالات پیش کروں۔

لوگوں نے چھوٹے چھوٹے واقعات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے نتائج نکالے ہیں‘ اس میں شیخ سعدیؒ خاص طور پر بڑے ممتاز ہیں‘ اسی طریقہ سے مولانا رومؒ مثالوں کے بادشاہ ہیں‘ دونوں روزمرہ کے واقعات سے بڑی حکیمانہ باتیں اور بڑے عمیق نتائج نکالتے ہیں‘ میں اپنا بھی اسی قسم کا ایک تاثر اور عبرت کا سبق پیش کرتا ہوں‘ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک طویل سفر کرکے آرہا ہوں دہلی سے چلا اور حیدرآباد پہنچا‘ خدا جانے گاڑی نے کیا کیا رخ بدلے‘ کن کن علاقوں سے گزری لیکن قبلہ نما نے ہمیشہ صحیح قبلہ بتایا‘ اس نے نہ گاڑی کے پھرنے کی پرواہ کی‘ نہ سمت کے تبدیل ہونے کی‘ مجھے بڑا رشک آیا کہ ایک ادنیٰ سی جماداتی چیز جو انسان کی صنعت ہے‘ وہ اتنی امین‘ ایسی ثابت قدم‘ ایسی خوددار‘ اور ایسی پابند اصول ہے کہ اس نے نہ یہ دیکھا کہ گاڑی کس طرح رخ بدل رہی ہے‘ نہ یہ کہ انسان (جو اشرف المخلوقات ہے) برابر اپنا رخ بدلتا رہا ہے‘ ہر جگہ اس نے صحیح طور پر قبلہ بتایا اور ہم نے اس پر اعتماد کیا اور نماز پڑھی‘ اس سے مجھے غیرت بھی آئی اور عبرت بھی

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ہوئی کہ قبلہ نما تو کسی کی پروا نہ کرے‘ اور ہمیشہ سمت قبلہ بتائے‘ اس نے اپنا مقصد وجود تبدیل نہیں کیا‘ اور نہ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں فرق آنے دیا‘ اس سے مجھے خیال ہوا کہ علمائے دین کو حقیقت میں ”قبلہ نما“ ہونا چاہئے‘ ان کے اندر قبلہ نما کی سی استقامت ہونی چاہئے کسی طرف کی ہوا چلے اور کہنے والے کتنا ہی کہیں کہ:

”چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“

اور سمجھانے والے کتنا ہی سمجھائیں:

”زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ بہ ساز“

لیکن ان کا عقیدہ اقبالؒ (جو خود اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ اور مفکر وفلسفی اور پھر شاعر تھے) کی اس تعلیم پر ہو:

حدیث کم نظراں ہے تو بازمانہ بساز

زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ ستیز

بلکہ وہ یہاں تک کہتے ہیں:

گفتند جہان ما آیا بتومی سازد

گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن

حضرات! علماً کی شان یہی ہونی چاہئے‘ امت مسلمہ امتوں میں اور جماعت علماً حاملین میں الگ شان رکھتے ہیں‘ امت مسلمہ کو ایک قبلہ دیا گیا ہے‘ وہ جہاں کہیں ہو‘ اسی قبلہ کی طرف اپنا رخ کرے‘ جس امت کو ایک معین قبلہ دیا ہے‘ اس کو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ تمہارے دلوں کا قبلہ‘ تمہارا قبلہ حاجات‘ تمہاری فکر اور سعی وجہد کا محور ایک ہی ہونا چاہئے‘ نمازوں میں خانہ کعبہ اور اعمال‘ مساعی اور مقاصد میں اللہ تعالیٰ (جو معبود و مقصود حقیقی ہے) کی رضا۔ آپ حضرات خدا کے فضل سے نہ صرف اہل علم ہیں‘ بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی قیادت کا مقام عطا فرمایا ہے‘ خاص طور سے یہ مؤثر مجلس علمی جہاں اس وقت ہم جمع ہیں‘ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دو اہم حقیقتوں کے بارے میں اجمالی طور پر کچھ عرض کروں گا۔

ایک تو عقائد اور حدود شرعیہ کا مسئلہ ہے‘ اس میں جماعت علماً کو بالکل قطب نما کی طرح ہونا چاہئے‘ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی اس کو سامنے رکھے گا تو وہ اس کی رعایت نہیں کرے گا‘ وہ صحیح سمت بتائے گا‘ جہاں تک عقائد اور حدود شرعیہ کا

تعلق ہے' دین میں کسی قسم کی رعایت کی گنجائش نہیں' حکمت اور چیز ہے' مداہنت اور چیز' حکمت اور مداہنت میں بڑا فرق ہے' ہاں! آدمی سچی اور صاف بات حکمت کے ساتھ کہہ سکتا ہے' اس کا اسلوب حکیمانہ ہو: "ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة" لیکن مت نہ ہو' قرآن شریف میں آتا ہے:

"وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا
ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں۔" (القلم:۹)

اللہ کے رسول کو صاف حکم ہے: "فاصدع بما تؤمروا عرض عن المشرکین" یہ "اعرض عن المشرکین" کا تکملہ "صدع بالامر" کا محل متعین کر دیتا ہے' جہاں پر توحید اور شرک کی سرحدیں آتی ہوں' وہاں "فاصدع بما تؤمر" پر عمل کا حکم ہے' نرمی اور وسعت کسی اور چیز میں ہو تو ہو' لیکن توحید و سنت کے بارے میں منصوصات شرعیہ' اور قطعیات دینیہ کے بارے میں: "فاصدع بما تؤمر" کا حکم ہے' اگر "فاصدع بما تؤمر" مطلق آتا تو اس میں کچھ گنجائش تھی' لیکن "واعرض عن المشرکین" نے بالکل تفسیر کر دی کہ اس کا موقع و محل کیا ہے؟ علمائے حقانی کا فرض ہے کہ توحید کے بارے میں بالکل بے لوچ اور صاف بات کہیں' لیکن حکمت کے ساتھ کہیں' بقول غالب ایسا نہ ہو:

"کہتے ہیں وہ بھلے کہ و لیکن بُری طرح"

بھلی بات بھلے طریقہ پر کہی جائے' فتنہ شروع ہو تو علماً شروع میں اچھی سے اچھی نرم سے نرم زبان استعمال کریں' تدریج و حکمت سے کام لیں' لیکن اس طرح کہ تاویل اور غلط فہمی کی گنجائش نہ ہو' اسی طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ آج تک یہ دین قائم ہے' اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہے' جس کو ہلاکت کا شوق ہے وہ شوق سے ہلاکت میں پڑے' لیکن وہ شریعت اور شریعت کے حاملین کو الزام نہیں دے سکتا۔

تاریخ کا اگر عمیق و وسیع نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس امت کی تاریخ میں ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا کہ یہ امت عمومی طور پر کسی ضلالت کا شکار ہوگئی ہو' مقامی طور پر تو ضلالتیں رہی ہیں' لیکن پوری امت مسلمہ کسی سازش یا کسی عالمگیر ضلالت میں گرفتار نہیں ہوئی اور خود حدیث میں آیا ہے:

"لاتجتمع امتی علی ضلالة"

اس کے برعکس یہودیت بالکل شروع میں تحریف کا شکار ہوگئی اور عیسائیت بالکل عہد طفلی اور آغاز کار میں ایک بالکل نئی پٹڑی پر پڑ گئی' جس پر وہ صدیوں سے چلتی چلی آ رہی ہے' اسی لئے قرآن مجید نصاریٰ کو "ضالین" کے لفظ سے یاد کرتا ہے کہ وہ جیسے ہی چلے دوسرے راستہ پر پڑ گئے' لیکن الحمدللہ! اسلام اس سے بالکل محفوظ ہے' اس وقت تک توحید و شرک کا فرق' سنت و بدعت کا فرق' اسلام اور جاہلیت کا فرق' غیر مسلمین کی معاشرت و تمدن اور اسلامی معاشرت و تمدن کا فرق بالکل واضح ہے' کوئی ملک کسی وجہ سے کسی خاص زمانہ میں کسی خارجی یا داخلی سبب کی بنا پر کسی سازش کا شکار نہ ہو جائے یا کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے' یہ الگ بات ہے' علمائے حق اس صورت حال سے بھی نبرد آزما اور اس کے مقابلہ میں صف آراء رہتے ہیں اور اصلاح حال کی کوشش جاری رہی ہے۔

پوری امت مسلمہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے: "تم اللہ کے لئے حق کے علمبردار بن جاؤ۔"

ہماری زبان اور محاورہ میں "خدائی فوج دار" ایک طنز کا لفظ ہے کہ آپ خدائی فوج دار ہیں؟ لیکن "قوامین لله" کا مفہوم تقریباً خدائی فوج داری کا ہے' مبالغہ کے اس صیغہ "قوامین" سے "خدائی فوج دار" ہی کی شان ظاہر ہوتی ہے' اگر "قوامین لله" ہوتا تو شاید یہ بات پیدا نہ ہوتی' کوئی پوچھے نہ پوچھے' کوئی بلائے نہ بلائے' کوئی کہے نہ کہے' آپ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آپ ہر جگہ پہنچ رہے ہیں' اس آیت میں خطاب اگرچہ پوری امت کو ہے لیکن علماً کی اس بارے میں امتیازی شان ہونی چاہئے ان کو "شهداء بالقسط" حق و صداقت کا گہوارہ و علمبردار ہونا چاہئے۔ انہیں امت اسلامیہ اور مسلم معاشرہ کا احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ کہاں سے یہ معاشرہ صراط مستقیم سے ہٹ رہا ہے؟ کہاں سے اس نے خط مستقیم کو چھوڑا ہے؟ اس بارے میں ان کا کام بالکل بیرومیٹر کا سا ہے' وہ ہر جگہ' ہر موسم میں ہوا کا دباؤ بتاتا ہے' وہ صحیح شہادت ادا کرتا ہے۔

حضرات! اسی طرح علماً کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو زندگی کے حقائق' ملک کے حالات' ماحول کے تغیرات اور تقاضوں سے باخبر اور روشناس رکھیں' ان کی کوشش رہنی چاہئے کہ مسلم معاشرہ کا رابطہ زندگی اور ماحول سے کٹنے نہ پائے' اس لئے کہ اگر دین اور مسلمانوں کا رابطہ زندگی سے کٹ گیا اور وہ خیالی دنیا میں زندگی گزارنے لگے تو پھر دین کی آواز بے اثر ہوگی' اور وہ دعوت و اصلاح کا فرض انجام نہیں دے سکیں گے' اور اتنا ہی نہیں ہوگا' بلکہ اس دین کے حاملین کو اس ملک میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں علماء نے سب کچھ کیا' لیکن زندگی کے حقائق سے امت کو روشناس نہیں کرایا' اس

ماحول میں اپنے فرائض کے انجام دینے کی انہوں نے تلقین نہیں کی' اچھا شہری' ایک مفید عنصر بننے اور اس ملک کی قیادت حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی' وہاں اس ملک نے ان کو اس طرح اگل دیا' جیسے لقمہ اگلا جاتا ہے اور ان کو اگل کر باہر پھینک دیا' اس لئے کہ انہوں نے اپنی جگہ نہیں بنائی تھی' آج ہندوستان کے مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں' آپ اگر مسلمانوں کو سو فیصدی تہجد گزار بنا دیں' سب کو متقی و پرہیزگار بنا دیں' لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو' وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے' ملک ڈوب رہا ہے' ملک میں بداخلاقی طوفان اور وباء کی طرح پھیل رہی ہے' ملک میں مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو رہی ہے' تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد' پانچ وقتوں کی نمازوں کا پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا' اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں جگہ نہیں بنائی اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا' جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے' تو آپ یاد رکھئے کہ عبادات و نوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے' وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے' اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا' زندگی کے حقائق سے ان کی آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات' نئے بننے والے قوانین' عوام کے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر ہے تو پھر قیادت تو الگ رہی (جو خیر امت کا فرض منصبی ہے) اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ نے جس وقت مصر فتح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت پر ضرور منکشف کیا ہوگا کہ انشاء اللہ مصر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس تک اسلام کا حلقہ بگوش رہے گا' مرکز اسلام سرزمین مقدس حجاز اس کے بالکل قریب ہے' رومی شہنشاہی وہاں سے بے دخل ہو چکی' قبطی مسیحی' سلطنت دم توڑ چکی' لیکن انہوں نے عربوں اور مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا:

''انتم فی رباط دائم۔''

یاد رکھو تم ہمیشہ محاذ جنگ پر رہو' تم ہمیشہ سرحد پر پہرا دے رہے ہو' آنکھ جھپکی اور مارے گئے' ناکے پر کھڑے رہنے والے کو ہر وقت چوکنا اور بیدار رہنا چاہئے' اس کے لئے نہ غفلت کی گنجائش ہے نہ تغافل کی' نہ جہل کی نہ تجاہل عارفانہ کی۔

حضرات! جس ملک میں اس وقت ہم زندگی گزار رہے ہیں' اس ملک کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں' یہ ملک گرد و پیش کے ممالک اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتا' اس ملک میں بہت سے فلسفے' بہت سی سلبی طاقتیں اور بہت سی تخریبی تحریکیں کام کر رہی ہیں' اور بہت سرگرم اور فعال ہیں' نظام تعلیم برابر بدلتا رہتا ہے' اور کبھی وہ شدت سے عقائد و حقائق دینی پر اثر انداز ہوتا ہے' جبری تعلیم نے اور قومی زبان نے بھی نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں' اس حالت میں ہم کو حالات کا برابر جائزہ لیتے رہنا چاہئے' اور اپنے تحفظ کا سامان کرتے رہنا چاہئے۔

اس کے ساتھ مسلمانوں کو بتانا چاہئے کہ دیکھو! اس ملک کو تباہی سے بچانا تمہاری ذمہ داری ہے' تم باایمان' بااصول اور باکردار بن کر یہاں رہو' اگر تم یہاں پر حضرت یوسف علیہ السلام کا نمونہ پیش کرو گے تو پھر وہ وقت آئے گا کہ اہم سے اہم' نازک سے نازک تر اور دشوار سے دشوار تر ذمہ داری تمہارے سپرد کی جا سکے گی' حضرت یوسف علیہ السلام نے جن کو اللہ تعالیٰ نے حفیظ و علیم کی صفت عطا فرمائی تھی' دیکھا کہ اس ملک میں اس وقت تک دین کی اشاعت نہ ہو سکے گی' اور دین کے لئے مقام پیدا کیا نہ جا سکے گا' جب تک وہ وہاں اپنی اہلیت' اپنی خیر خواہی' انسان دوستی اور عدل کا ثبوت نہ دیں گے اور اللہ کے بندوں کو اپنا گرویدہ نہ بنا لیں گے' اس وقت تک اس ملک میں خدائے واحد کا نام لینا بھی مشکل ہوگا' ہم ہندوستانی مسلمانوں کو بھی یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ہمارے بغیر یہ ملک چل نہیں سکتا' ہم نہ رہے تو یہ ملک تباہ ہو جائے گا۔

یاد رکھئے! اگر ہم ملک کے حالات سے اپنے کو کاٹ لیں گے اور جو گرم و سرد ہوائیں چل رہی ہیں' اس سے بے خبر ہو جائیں گے اور ہم کسی مکیف مکان میں رہنا شروع کر دیں گے' جہاں نہ گرم جھونکا پہنچ سکے نہ سرد' تو ہم اپنے ساتھ بھی بدخواہی کریں گے اور اپنے دین کے ساتھ بھی' کوئی فرقہ' ملک کی آبادی کا کوئی عنصر باقی عناصر سے کٹ کر نہیں رہ سکتا' ہاں اس کے شرائط اور حدود ہیں' آپ ہرگز تحلیل نہ ہوں' آپ اپنے پیغام اور دعوت کے ساتھ رہیں' آپ اپنی تہذیبی و معاشرتی خصوصیات کے ساتھ رہیں' آپ اپنے ملی تشخص کو پورے طور پر برقرار رکھیں اور اس کے کسی حصہ سے بھی آپ دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ ہوں' لیکن زندگی کے دھارے سے الگ نہ ہوں' میں قومی دھارے کو نہیں کہتا: ''خدا نہ کرے کہ اس زندگی میں کبھی میری زبان سے یہ لفظ نکلے کہ قومی دھارے میں جذب ہو جائیے'' نہیں!

زندگی کے دھارے سے آپ الگ نہ ہوں' اس لئے کہ زندگی کے دھارے سے جو الگ ہوا' وہ الگ ہی ہوگیا' اس کی جگہ زندہ انسانوں میں نہیں رہتی' میں اسلام کو ایسا محدود اور ناقص نہیں سمجھتا کہ اگر حالات اور زندگی کے مسائل کی طرف توجہ کی جائے تو فرائض چھوٹ جائیں گے' عقائد میں خلل آجائے گا' ہمارے اسلاف نے شہنشاہی کی اور امپائر بنائے ہیں' لیکن ان کی تہجد بھی نہیں چھوٹی' معمولی سنت بھی ترک نہیں ہوئی۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ ہے عراق کے گورنر تھے اور مدائن کے دارالحکومت میں رہتے تھے' ایک مرتبہ کھانے کی کوئی چیز زمین پر گرگئی تو اٹھا کر صاف کر کے کھانے لگے' کسی نے کہا کہ ارے آپ والی ہوکر ایسا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں اپنے حبیب کی سنت تم جیسے بے وقوف کی خاطر چھوڑ دوں گا؟ یہ نہیں کہ آگ آئے تو پانی نہیں رہے گا' اور پانی آئے تو آگ بجھ جائے گی' یہ غلط تخیل ہے' آپ پوری عزیمت' شان وتقویٰ اور کثرت عبادت کے ساتھ اچھے اور کامیاب شہری بن سکتے ہیں' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہی اچھا شہری بن سکتا ہے جو خدا کا صحیح پرستار اور اپنے اصولوں کا پابند ہو' آج ہندوستان ہی نہیں تقریباً تمام خاص مسلم ممالک اور عرب ممالک کی بھی حالت یہ ہے کہ وہاں بھی یورپ' امریکہ کے گرم جھونکے آرہے ہیں' نئے نئے فتنے پیدا ہورہے ہیں' اسلام اور جاہلیت کی کشمکش برپا ہے' وقت کے نئے نئے تقاضے اور زندگی کے نئے نئے مسائل درپیش ہیں' ان سے آنکھیں بند کرلینا اور یہ کہنا کہ نہیں' کچھ نہیں ہورہا ہے' غلط ہے' اس حقیقت پسندی' وسیع النظری اور جامعیت کا ثبوت دینے کا حیدرآباد میں اور بھی اچھا موقع ہے' یہاں تعلیم بھی ہے اور قوت عمل بھی' یہاں نئے نئے ادارے' نئی نئی تنظیمیں اور تحریکیں پیدا ہورہی ہیں' لیکن مسلمانوں کو ایک اجتماعی قیادت اور صحیح مشورے کی ضرورت ہے' ایک طرف تو عقائد کے بارے میں' اصول کے بارے میں' شریعت کے منصوصات کے بارے میں پہاڑ کی سی استقامت اور فولاد کی سی صلابت ہو' دوسری طرف زندگی کے مسائل میں پورا فہم' پوری دانشمندی' پوری باخبری اور پوری ہمدردی' یہ چیزیں ہوں گی تو انشاء اللہ! ہم موجودہ حالات سے نہ صرف یہ کہ عہدہ برآ ہو جائیں گے' بلکہ مجھے پوری امید ہے کہ قیادت آپ کے پاس خود آئے گی' مسلمانوں میں سیاسی شعور الوعی السیاسی' الوعی المدنی (شہری شعور) پیدا کرنا ضروری ہے' وہ جس محلّہ میں رہیں ممتاز رہیں اور معلوم ہو کہ یہ مسلمانوں کا محلّہ ہے' مسلمانوں کے گھر ہیں' دین کو اس کی حقیقی روح اور مظاہر کے ساتھ ایک خوش اسلوب شہری زندگی' انسانیت دوستی' حقیقت پسندی' ہوشمندی' ملک کے لئے فکرمندی' اس کو بچانے کے لئے خطر پسندی اور مہم جوئی کی ضرورت ہے' اس کے لئے آپ خودنمونہ بنیں اور ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ نمونہ پیش کریں۔

وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیٰ سیدنا و
مولانا محمد و آلہ وصحبہ وسلم

(ماخوذ از تحفہ دکن)

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

نوٹ: یہ پیشکش یکم شوال ۱۴۲۷ھ تک کیلئے ہے
علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش
علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جڑائی نہیں لی جائے گی' مزید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں
خادم علماء حق: حاجی الیاس عفی عنہ
ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں
ستارا جیولرز
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر 2 فون:2545805-2545080

نہایت جامع اور قیمتی نصیحتیں

مولانا سیّد اشہد رشیدی

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن کی بات ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے) پیچھے تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے لڑکے! تمہیں چند باتوں کی تاکید کرتا ہوں' تم اللہ کے احکامات کی حفاظت کرو' اللہ تمہاری حفاظت کرے گا' اللہ کے اوامر کی پابندی کرو تو تم اس کو اپنے آس پاس پاؤ گے' جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ کے سوا کسی اور سے نہ کرو' یاد رکھو! اگر ساری دنیا متفقہ طور پر تم کو فائدہ پہنچانا چاہے' تو سب مل کر تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچائیں گے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اور اگر سب جمع ہو کر متفقہ طور پر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تقدیر کے علاوہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے' قلموں کا کام مکمل ہو گیا ہے' صحیفے خشک ہو چکے ہیں (ان کی تحریریں سوکھ چکی ہیں) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ کے ارشادات پر عمل کرو تو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے' عیش' سکون اور راحت کے لمحات میں اس کو یاد رکھو تو وہ تم کو مصیبت اور غم کے لمحات میں یاد رکھے گا' یاد رکھو! جس تکلیف سے تم بچ گئے ہو وہ تم کو پہنچ نہیں سکتی تھی اور جو تکلیف تم کو پہنچ چکی ہے اس سے تم بچ نہیں سکتے تھے' صبر اور ہمت کے ساتھ ہی اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد کا فیصلہ ہوتا ہے' ہر آسانی تکلیف کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور ہر تکلیف کے بعد آسانی اور سہولت میسر آتی ہے۔''

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ عبدیت کے بھی اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے' رضا بالقضا' تقدیر پر بھرپور ایمان و یقین اور اللہ ہی سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ کرنا آپ کا خاص وصف تھا' غیر اللہ کو قابل اعتبار نہ سمجھنا اور تقدیر کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کر دینا آپ کی امتیازی شان تھی' جس کی تعلیم آپ امت کو بھی گاہے بگاہے دیا کرتے تھے' چنانچہ اس حدیث شریف کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو رحمت الٰہی کا مستحق بننے کا طریقہ سکھلاتے ہیں' تقدیر پر بھروسہ کرنے اور تمام آرزوؤں اور تمناؤں کا محور اللہ رب العزت کی ذات والا صفات کو بنانے پر ابھارتے ہیں' نیز پریشانیوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہنے کا گر سکھاتے ہوئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ میں چند انمول نصیحتیں تمہارے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں (اس کو غور سے سنو اور دل و دماغ میں بٹھا لو)۔

احفظ الله يحفظك:

اے بھائی! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ رب العزت تمہاری ہر طرح کی جانی و مالی' دنیوی و اخروی پریشانیوں سے حفاظت کرے' اور تم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' مالی دشواریوں' کاروبار کی پریشانیوں' ملازمتوں اور نوکریوں کی اڑچنوں سے تمہیں محفوظ رکھے' تو اس کا صرف یہی طریقہ اور راستہ ہے کہ تم اللہ کے احکامات کی حفاظت کرو' یعنی اس کے اوامر کی اطاعت کرو' اس کے نواہی سے بچو اور اس کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔

حفظ کے معنی کی تحقیق:

حفظ کے لغوی معنی کسی چیز کے یاد کر لینے اور محفوظ کر لینے کے ہیں' لیکن اصطلاح شرع میں کبھی کبھی اس کے معنی اطاعت شعاری اور پیروی کے کر لئے جاتے ہیں' چنانچہ دیگر روایات اور متعدد آیات میں لفظ حفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے' جیسے کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی روایت میں ہے:

''الاستحياء من الله حق الحياء ان تحفظ الرأس وما وعى' وتحفظ البطن وما حوى۔''

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:’’اللہ سے پکی سچی شرم یہ ہے کہ تم سر اور اس کے اردگرد کی چیزوں کی حفاظت کرو‘ اسی طرح پیٹ اور اس کے آس پاس کی چیزوں کی نگرانی کرو۔‘‘

یعنی دماغ‘ آنکھ‘ ناک‘ کان اسی طرح منہ اور زبان وغیرہ کو اللہ کی نافرمانیوں سے بچاتے ہوئے اس کی اطاعت اور پیروی میں لگائے رکھو‘ اسی طرح پیٹ اور شرمگاہ وغیرہ کی خواہشات کو جائز طریقے سے پورا کرو۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’ھذا ما توعدون لکل اواب حفیظ۔‘‘

یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا وعدہ ہر توبہ کرنے والے اور اللہ کے اوامر و احکام کی پیروی کرنے والے سے کیا گیا ہے۔

امت کے ناگفتہ بہ حالات:

موجودہ دور میں مسلمان تاریخ کے خطرناک مراحل سے دوچار ہو رہا ہے‘ اس کی جان‘ مال‘ عزت اور آبرو میں سے کوئی بھی چیز محفوظ نہیں رہ گئی‘ دنیا کے مختلف علاقوں میں اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں‘ بوسنیا‘ چیچنیا‘ افغانستان‘ صومالیا اور عراق وغیرہ میں اگر گہرائی سے احوال کا جائزہ لیا جائے تو ہر طرف مسلمانوں کی جانوں کے سوداگر‘ عزت و آبرو کو نیلام کرنے والے‘ تمناؤں اور آرزوؤں کو خاکستر کرنے اور مال و دولت کو لوٹنے‘ کھسوٹنے والے جابر و ظالم‘ قوت و طاقت کے نشے میں سرشار‘ بہیمانہ حرکات کرتے دکھائی دیں گے‘ اور مسلمان مال و دولت اور دنیاوی ترقیات کے حصول کے باوجود مجبور و بے کس بنا ہوا ہے‘ دنیا کے طول و عرض پر بکھرے ہوئے پچپن مسلم ممالک فلسطینیوں کے رستے ہوئے زخم پر مرہم نہیں رکھ سکتے‘ لبنان کو اس کا مقبوضہ علاقہ نہیں دلا سکے‘ عراق اور کویت میں صلح و صفائی نہیں کرا سکے‘ اپنی متحدہ قوت کے ذریعہ یہودیوں کو ارض فلسطین سے بے دخل نہیں کر سکے‘ حتیٰ کہ اب انہوں نے اپنے ناپاک ہاتھوں کو حجاز مقدس کی پاک سرزمین تک دراز کر لیا ہے‘ کون ہے جو ان خون آلودہ پنجوں کو مروڑ سکے؟ ان کی غلیظ اور ناپاک حرکتوں سے حرمین شریفین کے تقدس کی حفاظت کر سکے؟ کیا کوئی ان جابر و ظالم حملہ آوروں سے مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ کر سکتا ہے؟ کیا ان کی عزت و ناموس کو امان دے سکتا ہے؟ کیا دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو لوٹا سکتی ہے؟ ہاں! کچھ ناعاقبت اندیش یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا قرب ناکامیوں سے بچا سکتا ہے اور فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے‘ لیکن یہ لوگ خوش فہمی اور بدعقیدگی میں مبتلا ہیں‘ سچی بات یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو انسانوں کو خصوصاً کلمہ گو افراد کو چین و سکون مہیا کر سکے‘ مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات دلا سکے‘ کامیابیاں حاصل کرنے اور پریشانیوں پر قابو پانے کے لئے مال و دولت‘ تجارت و صنعت‘ اسباب عیش و عشرت اور روپے پیسے کا سہارا تلاش کرنے والوں کے ہاتھ ناکامی اور شرمندگی کے سوا کچھ نہیں لگ سکے گا‘ حتیٰ کہ ایسے لوگوں کی دعائیں بھی رد کر دی جاتی ہیں‘ چنانچہ ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کریم کے اس ارشاد کے باوجود:’’ادعونی استجب لکم‘‘ مجھ سے مانگو میں تمہاری مرادوں کو پورا کروں گا‘ انفرادی دعائیں ہوں یا اجتماعی‘ قنوت نازلہ ہو یا جوف لیل کی دعا‘ حرمین میں مانگی جا رہی ہوں یا دنیا کے کسی بھی خطے میں‘ اپنے اثر کو کھو چکی ہیں‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس روایت کے ذریعہ سے اپنی امت کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے احوال کو بدلنا بھی ضروری ہے‘ فسق‘ فجور‘ فحش گوئی‘ بدکاری‘ دروغ گوئی‘ حسد‘ بغض و عناد‘ حرام خوری‘ وغیرہ گناہوں میں مبتلا امت اللہ سے کس خیر و بھلائی کی امید رکھے ہوئے ہے؟ نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ حقوق واجبہ‘ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے فرائض کو امت ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حفاظت کی درخواست کیسے کر سکتی ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث شریف کے ذریعہ یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے حفاظت‘ عافیت اور خیر کے فیصلے اسی وقت ہوں گے جبکہ انسان اللہ کے ارشادات کی پیروی کرے‘ شریعت کے مطابق زندگی گزارے‘ حرام سے اجتناب کرے‘ اور فرائض و واجبات کو بحسنِ خوبی انجام دے‘ اس کے بعد ہی اللہ کی طرف سے نگہبانی اور پاسبانی کی جائے گی‘ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:’’**یحفظک**‘‘ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کی‘ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

حفاظت کی دو شکلیں ہیں:

ا:...... دنیاوی مفادات مفادات کا تحفظ‘ اس کی جان مال‘ اہل و عیال اور جسم و روح کو ہر طرح کے فتنوں‘ پریشانیوں اور بیماریوں سے محفوظ کرنا‘ چنانچہ اللہ رب العزت احکام شرعیہ کی پیروی کرنے والوں کی حفاظت کے سلسلے میں ارشاد فرماتا ہے:

"لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ."

ترجمہ: "ان کے لئے محافظ ہوتے ہیں جو آگے سے پیچھے سے اللہ کے حکم کی وجہ سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔"

عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ھم الملائکۃ یحفظونہ بأمر اللہ فاذا جاء القدر خلوا عنہ."

ترجمہ: "وہ فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے مطیع وفرمانبردار شخص کی حفاظت کرتے ہیں' ہاں جب تقدیر کا کوئی فیصلہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس سے الگ ہوجاتے ہیں۔"

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جس نے جوانی اور قوت کے زمانے میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تو اللہ تعالیٰ خصوصاً بڑھاپے اور کمزوری کے زمانے میں اس کی بھرپور نگہبانی فرماتا ہے' چنانچہ بہت سے طویل العمر اور ضعیف لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں نیز حواس خمسہ اور عقل و شعور پوری طرح سے صحیح اور درست رہتے ہیں' یہی نہیں بلکہ ان کے وفات پاجانے کے بعد ان کی اولاد کی حفاظت بھی اللہ رب العزت فرماتا ہے' چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سعید بن المسیبؒ اپنے صاحبزادے سے ارشاد فرمانے لگے:

"لأزیدن فی صلاتی من اجلک رجاء ان احفظ فیک ثم تلا ھذہ الآیۃ وکان ابوھما صالحاً."

ترجمہ: "میں اپنی نمازوں میں اے بیٹے! تمہاری وجہ سے اضافہ کرتا رہتا ہوں' اس امید کے ساتھ کہ میں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے بدست تمہاری حفاظت کروں' پھر آپ نے استشہاد میں یہ آیت تلاوت فرمائی: "وکان أبوھما صالحاً" (ان دونوں بچوں کے والدین نیک اور صالح تھے)۔"

جو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگ جاتا ہے' ساری دنیا اس کی مطیع وفرمانبردار ہوجاتی ہے' انسان تو انسان' جنگل میں رہنے والے موذی جانور بھی دم ہلاکر اس کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلانے لگتے ہیں۔ چنانچہ بزرگوں کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں ملیں گے جن میں موذی درندوں اور پھاڑ کھانے والے جانوروں نے ان کی حفاظت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے' اور جب انسان اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو ہر چیز اس کے ساتھ سرکشی اور عداوت کا اظہار کرنے لگتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"انی لاعصی اللہ فاعرف ذلک فی خلق خادمی وادبتی."

ترجمہ: "مجھ سے جب کوئی اللہ کی نافرمانی ہوجاتی ہے تو میں اس کا اثر اپنے خادموں اور جانوروں کی عادت واخلاق میں محسوس کرتا ہوں۔"

یعنی وہ سب سرکشی پر آمادہ نظر آتے ہیں اور میری اطاعت سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دین وایمان کی حفاظت:

جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیروی میں لگا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو شکوک وشبہات' حرام خواہشات اور ناجائز تمناؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا خاتمہ ایمان پر فرماتا ہے' چنانچہ منقول ہے:

"اذا حضر الرجل الموت یقال للملک شم رأسہ' قال اجد فی راسہ القرآن' قال شم قلبہ' قال اجد فی قلبہ الصیام' قال شم قدمیہ' قال اجد فی قدمیہ القیام' قال حفظ نفسہ فحفظہ اللہ." (جامع العلوم والحکم/۱۸۶)

ترجمہ: "جب آدمی کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر کو سونگھو! تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے سر میں قرآن کو پایا ہے' پھر کہا جاتا ہے اس کے قلب کو سونگھو! تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے دل میں روزے کو پایا ہے' پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے قدموں کو سونگھو! تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے قدموں میں قیام لیل کی خوشبو محسوس کی ہے' تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کی' اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو محفوظ کردیا۔"

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اللہ کے سوا کوئی محافظ ونگہبان نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر طرح کی حفاظت ونگہبانی کا فیصلہ اسی شخص کے حق میں ہوگا جو اللہ کے احکامات کی پیروی اور اس کے ارشادات کی بجا آوری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ امت کے ہر فرد کو اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

زبان کی حفاظت کیجئے

مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت:

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک شخص نے ان کی تعریف کر دی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور تعریف کرنے والے کے منہ پر پھینک دی اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم تعریف کرنے والے کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی جھونک دو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ظاہری مضمون پر عمل کیا اور وہی زیادہ واضح ہے اور بعض علماء نے حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ جو لوگ کچھ مال حاصل کرنے کے لئے تعریف کرتے ہیں' ان کے منہ پر خاک ڈال دو یعنی ان کو کچھ بھی نہ دو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا' اچھے بندوں کی تعریف کے بارے میں بیان ہوا' اور جھوٹی تعریف اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔

تواضع کا حکم اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرنے کی ممانعت:

"حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو' یہاں تک کہ کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے اور کوئی شخص کسی پر زیادتی نہ کرے۔" (مسلم)

اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے تواضع اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے' غرور' شیخی' فخر نخوت' گھمنڈ' سب کو ایک طرف ڈالو اور تواضع اختیار کرو' کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے' اپنے عہدہ' جاہ' منصب' مال' جائیداد اور حکومت پر فخر کرنا اور دوسرے کو حقیر جاننا گناہ ہے نیز مال و دولت کے علاوہ اپنے نسب پر فخر کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا بھی سخت ممنوع ہے' نسبی شرافت اللہ کی ایک نعمت ہے' لیکن دوسروں کی تحقیر کرنے کی اجازت نہیں ہے' آخرت میں تقویٰ اور اعمال صالحہ پر فیصلہ ہوگا' جس کا عمل کوتاہ ہوگا' اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔

نسب پر فخر کرنے کی ممانعت:

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ کسی صحابی یا کسی بزرگ کی نسل سے ہوتے ہیں' اپنے نام کے ساتھ نسبت کا کلمہ ضرور لگاتے ہیں' صدیقی' فاروقی' عثمانی' حسنی' حسینی' ایوبی' نعمانی' فریدی اور اسی طرح کی بہت سی نسبتیں ہیں جو ناموں اور تخلصوں کے ساتھ سامنے آتی رہتی ہیں' ان کے لکھنے اور لکھانے والوں میں بہت کم ایسے ہیں جن کا مقصد اظہار واقعہ یا اور کوئی صحیح نیت ہو' ورنہ بیشتر ایسے لوگ ہیں جو نسبی بڑائی بگھارنے کے لئے ان نسبتوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں' باستثنائے چند افراد یا چند خاندانوں کے ان نسبتوں پر اصرار کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو عمل کے اعتبار سے حد درجہ گرے ہوئے ہیں اور دین کے ضروری عقائد و ارکان سے بھی غافل' بلکہ ناواقف ہوتے ہیں' جن حضرات کی طرف نسبتیں کرتے ہیں' اگر وہ ذرا دیر کے لئے اس عالم میں تشریف لے آئیں تو اپنی طرف نسبت کرنے والوں کا حال بد دیکھ کر (جو نماز غارت کرنے' روزہ کھانے' رشوت لینے' سنیما دیکھنے' زکوٰۃ روکنے اور اسی طرح کے بدترین عیوب وقبائح کی شکل میں عیاں ہوتا رہتا ہے) ان کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کریں اور دور ہی سے دُور دُور پھٹ پھٹ کریں' جو شیوخ و سادات کے خاندان وسیع زمین پر آباد ہیں اور جو اکابر صوفیا یا علماء کے نسب سے سلسلہ جوڑنے والے گھرانے اس دنیا میں بستے ہیں' نسبت پر غرور کی وجہ سے دوسرے خاندانوں کے افراد کو بہت ہی حقیر جانتے ہیں' اور زندگی کا جائزہ لو تو جو خرابیاں اور گناہ دوسروں میں ہیں' وہی ان شریف بننے والوں میں نظر آتے ہیں' غریب بقدر غربت اور امیر بقدر سرمایہ معصیتوں اور گناہوں میں ملوث ہیں' دینی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن و حدیث سے محبت کرنے میں بھی ان ہی کا حصہ زیادہ ہے جو نسب کے اعتبار سے کم سمجھے جاتے ہیں' شریف خاندان والے بس نسب پر اترا لیتے ہیں' مگر محبت لندن اور امریکہ سے رکھتے ہیں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کو آباد رکھنے میں پیش پیش ہیں' دینی مدرسے اکثر نا معروف خاندانوں کے افراد یا ان گھرانوں کی اولاد سے آباد رہتے ہیں جو باعتبار

نسب کم مرتبہ کے سمجھے جاتے ہیں۔

نسبت پر فخر کرنے والے آخرت سے بے خبر ہیں:

بعض قوموں میں نسبی غرور اور تکبر کا یہ عالم دیکھنے میں آیا کہ کوئی ایسا مسلمان اگر ان کو سلام کرے جو نسبی حیثیت سے کم سمجھا جاتا ہو تو اس کے سلام کا جواب دینے کو عار سمجھتے ہیں' بلکہ بعض مواقع پر اس کو سزا دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو سلام کرنا ہماری برابری کا دعویٰ ہے' یہ کیونکر برداشت ہو' اگر کوئی سلام کرے تو یوں کہے کہ ''میاں سلام'' ''السلام علیکم'' نہ کہے' کیسی جہالت اور نخوت ہے' یہ مغرور اور متکبر ذرا آخرت کے منظر کا تصور باندھیں اور سوچیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو آخرت کے میدان میں پہنچنا ہے اور اعمال کی جانچ ہونے کے لئے موقف حساب میں کھڑا ہونا ہے' اور پھر اعمال کے اعتبار سے جنت یا دوزخ میں جانا ہے' اور ساتھ ہی ساتھ اس پر کافی غور کریں کہ آخرت کے نجات دلانے والے اور وہاں عزت کے منبروں پر بٹھانے والے اعمال ہم کر رہے ہیں؟ یا یہ شخص جو اعمال صالحہ میں لگا ہوا ہے؟ جس کو ہم نے نیچے بٹھایا ہے اور اپنے سے کم سمجھا ہے' خدا جانے کتنے مغروروں کے ساتھ یہ ہوگا کہ قیامت کے میدان میں ذلیل و خوار ہوں گے اور کم نسب والے اعزاز و اکرام کے منبروں پر ہوں گے:

کہ فضیحت بود بروزِ شمار
بندہ آزاد و خواجہ در زنجیر

بزرگوں کی نسل میں ہونے پر فخر کرنا بے جا ہے' ان کے اعمال ان کے لئے تھے' ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں۔ قرآن کریم کا ناطق فیصلہ ہے:

''تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم۔''

ترجمہ: ''وہ جماعت تھی پیغمبروں کی جو گزر گئی' جو انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کرو گے وہ تمہارے لئے ہے۔''

حضرت سلمان فارسیؓ کا ارشاد:

حضرت سلمان فارسیؓ کے سامنے کچھ لوگ فخر کے طور پر اپنے نسب کی بڑائی بیان کرنے لگے' حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا کہ میں تو اپنے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ ناپاک نطفہ سے پیدا کیا گیا اور مر کر بدبودار نعش بن جاؤں گا' اس کے بعد مجھے قیامت کے روز انصاف کے ترازو کے پاس کھڑا کیا جائے گا' اگر اس وقت میری نیکیاں بھاری نکلیں تو میں شریف ہوں' اور اگر میری نیکیاں گناہوں کے مقابلہ میں ہلکی رہ گئیں تو میں ذلیل ہوں' شرافت اور ذلت کا فیصلہ وہیں ہوگا۔

حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے گالی دی تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی اگر میں دوزخ سے بچ گیا تو تیرے کہنے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا' اور اگر خدانخواستہ دوزخ میں جانا پڑا تو جو کچھ تو نے کہا اس سے بھی زیادہ بُرا ہوں۔

یہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ سید السادات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے' روزانہ ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے اور ہر قسم کی عبادت میں پیش پیش تھے' انہوں نے نسب پر فخر نہیں کیا' بلکہ آخرت کا خیال کر کے گالی دینے والے کو نرمی سے جواب دیا' جس کا ابھی ذکر ہوا۔

جو لوگ نسبت کا فخر کرتے ہیں' ان کو بڑائی کا ثبوت بھی دینا چاہئے' اور جب ان حضرات سے اپنا نسبی جوڑ ملاتے ہیں جو دین داری میں بڑے تھے' خود دیندار بن کر اپنے اکابر و اسلاف کے طریقہ پر گامزن ہونا لازمی ہے' اعمال صالحہ سے خالی' دنیا سے محبت' آخرت سے غفلت اور بے فکری' غیر قوموں کی شکل و صورت اور لباس و تراش اختیار کرنا اور اپنے اسلاف کی وضع قطع اور لباس و صورت سے نفرت کرنا اور پھر بھی ان اسلاف سے نسب جوڑنے پر فخر کرنا بڑی نادانی ہے۔

اللہ کے نزدیک تقویٰ معیار فضیلت ہے:

اللہ رب العزت نے بڑائی کا قاعدہ کلیہ سورۃ حجرات میں بیان فرما دیا ہے: ''ان اکرمکم عند اللہ اتقکم'' یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو' اللہ کے نزدیک تو بڑائی کا معیار تقویٰ ہے اور جو اللہ کے نزدیک بڑا ہے' وہی حقیقت میں بڑا ہے' اگر دنیا والوں نے بڑا سمجھا' اخبارات و رسائل میں نام چھپے اور لوگوں نے تعریفیں کیں' مگر اللہ کے نزدیک کمینہ اور ذلیل رہا تو یہ دنیا کی بڑائی کس کام کی؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار اور دیندار ہی بڑے ہیں اور جو لوگ اللہ کے نزدیک بڑے ہیں' وہ دنیا میں بھی اچھائی سے یاد کئے جاتے ہیں اور سینکڑوں برس تک دنیا میں ان کا چرچا رہتا ہے' اور آخرت میں جو ان کو بڑائی ملے گی وہ الگ رہی۔

بڑے بڑے فقہاء و محدثین عجمی تھے اور نسب کے اعتبار سے بڑے بڑے خاندانوں سے نہ تھے' بلکہ ان میں بہت سے وہ تھے جو آزاد کردہ غلام تھے' آج تک ان کا نام روشن ہے اور رہتی دنیا تک امت کی طرف سے ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کی دعائیں پہنچتی رہیں گی' نسب پر اترانے والوں کو امت جانتی بھی نہیں' غرور کر کے اور شیخی بگھار کے دنیا سے رخصت ہو گئے' آج ان کو کون جانتا ہے؟ سب بڑائیاں خاک میں مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کبر و نخوت سے بچائے اور تواضع کی صفت سے نوازے۔ آمین۔

☆☆..................☆☆

ملی قیادت کی صفاتِ عالیہ

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک یادگار خطبہ کی روشنی میں

مولانا محمد سلمان منصور پوری

ملت کے لئے کون قیادت کا اہل ہے؟ اور کون اہل نہیں ہے؟ اس پر بحثیں برابر جاری رہتی ہیں۔ بالخصوص دیندار اور بے دین یا بددین قیادت کے درمیان کشمکش عرصۂ دراز سے جاری ہے' اور اس وقت پورے عالم اسلام میں یہ کشمکش شدت اختیار کئے ہوئے ہے۔ اکثر مسلم ممالک پر بددین قیادت براجمان ہے' جو دینی قیادت کو ابھرنے نہیں دیتی اور ایسے ہتھ کنڈے اختیار کرتی ہے کہ دینی قیادت متحد ہوکر طاقتور نہ بننے پائے۔ آج اسلام کی عالمی حیثیت کو مجروح کرنے میں اس قابض بددین قیادت کا بھی کافی دخل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ کس طرح کی صفات والی قیادت قوم وملت کے لئے مفید اور عزت کا باعث ہوسکتی ہے؟ اور کون سی قیادت مضر اور نقصان دہ ہے؟ اس سلسلہ میں امت محمدیہ کی سب سے قابل احترام شخصیت' پیغمبر علیہ السلام کے معتمدترین رفیق اور آپ کے جانشین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ یادگار خطبہ قابل مطالعہ ہے جو آپ نے خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کے منبر سے ارشاد فرمایا' جس کے ایک ایک جملہ سے آپ کی بے مثال فراست ایمانی اور ملی قیادت کی عدیم المثال اہلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس خطبہ کا ترجمہ اور ضروری وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

تواضع وانکساری:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"ایھا الناس! قد ولیت أمرکم' ولست بخیر کم."

ترجمہ: "اے لوگو! مجھے تمہاری قیادت کی ذمہ داری دی گئی ہے' میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔"

اس جملہ سے معلوم ہوا کہ قائد کی اولین صفت یہ ہے کہ وہ متکبر اور عالی مزاج نہ ہو' بلکہ اپنے کو کمتر سمجھتا ہو' اور تواضع اور انکساری کی دولت سے مالا مال ہو' ہر شخص کے ساتھ اس کا معاملہ حسن اخلاق پر مبنی ہو' اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں' کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھتا ہو' اور حق بات کو قبول کرنے میں عار نہ محسوس کرتا ہو' لوگ اگر چہ اس کے ساتھ امتیاز کا معاملہ کریں' لیکن وہ خود دل سے اپنا امتیاز نہ چاہتا ہو' اس لئے کہ جو شخص دل سے متواضع نہ ہو تو دوسرے لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہرگز قائم نہیں ہوسکتی' عظمت جبھی قائم اور مستحکم ہوگی جب انسان دل سے تواضع کا جذبہ رکھے۔ ارشاد نبویؐ ہے: "من تواضع للہ رفعه اللہ" (جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی سے نوازتا ہے) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ خلیفہ بننے کے چھ مہینہ بعد تک مدینہ کے باہری حصہ میں واقع مقام "سنح" میں اپنے مکان میں رات گزارتے اور صبح کو پیدل یا کبھی سواری پر معمولی لباس زیب تن کئے ہوئے' مدینہ تشریف لاتے اور عشاء کے بعد گھر واپس ہوتے اور اسی دوران اپنی تجارت کے لئے بازار میں بھی تشریف لے جاتے اور اپنا کاروبار خود انجام دیتے (تا آنکہ جب خلافت کی مصروفیت زیادہ بڑھی تو یہ مشغلہ ترک کرنا پڑا) اسی طرح بسا اوقات اپنے محلّہ کے گھروں میں جاکر ان کے لئے بکریوں کا دودھ تک نکالنے کی خدمت انجام دیتے اور فرماتے:

"میں یہ نہیں چاہتا کہ خلافت کی بنا پر میرے کسی نیک معمول میں کوئی کمی آئے۔" (موسوعۃ آثار الصحابہ:۱/۵۱)

آپؓ کی مبارک زندگی کے یہ اعمال اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کا قلبِ اطہر کبر و غرور سے بالکل خالی تھا اور تواضع کی مبارک صفت سے معمور تھا' اسی صفت نے آپؓ کو محبوب خالق اور محبوب خلائق بنادیا تھا۔

علم وعمل:

اس کے بعد آپؓ نے ارشاد فرمایا:

"ولکن نزل القرآن وسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم السنن

فعلمنا فعلمنا.“

ترجمہ: ”لیکن قرآن کریم نازل ہوا اور پیغمبر الصلوۃ والسلام نے سنتیں پیش فرما کر انہیں ہمیں سکھلایا' چنانچہ ہم نے انہیں سیکھ لیا۔“

ان الفاظ کے اندر یہ پیغام مستور ہے کہ اصل میں قیادت کا حقدار وہی شخص ہے جو قرآن وحدیث کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو' کیونکہ علم صحیح کے بغیر ملت کی رہنمائی کا فرض ہرگز ادا نہیں کیا جاسکتا' اور جو قیادت دین کے علم سے محروم ہو' اس سے ملت کے لئے کسی خیر کی توقع نہیں رکھی جاسکتی' اسلام کی تاریخ کا ایک ایک ورق اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس امت کو عزت اسی وقت ملی ہے جب قیادت کا فریضہ قرآن وسنت کی روشنی میں انجام دیا گیا اور جب سے قیادت نے اپنا رشتہ قرآن وسنت سے توڑا ہے' وہیں سے ذلت ونکبت اور مصائب وآلام کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ علم صحیح قائد ملت کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کس طرح لوگوں کے ساتھ پیش آئے؟ خود اس کی ذاتی زندگی کیسی بے داغ ہو؟ اور وہ اپنے کو کس طرح تہمتوں کے مواقع سے محفوظ رکھنے کے لئے کوشاں رہے؟ اور پھر اس میں قومی وملی مفادات پر ذاتی مفادات کو قربان کرنے کا حوصلہ کس قدر ہو؟ اور وہ اس بات میں کن جلیل القدر قائدین کی روشن زندگیوں کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائے؟ الغرض یہ علم صحیح قدم قدم پر رہنمائی کے لئے مستعد رہتا ہے اور اپنے حامل کو دارین کی عزت وعظمت سے سرفراز کرکے رہتا ہے' اس کے برخلاف بے علم قیادت اگرچہ مخلص بھی ہو مگر وہ کب راہ حق سے بھٹک جائے؟ اور ملت کو کس قعر مذلت میں کب گرادے؟ اس کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مذکورہ ارشاد کے بموجب معیار قیادت قرآن وسنت کا علم ہے' جسے ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

ورع وتقویٰ:

اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”ان اکیس الکیس التقویٰ' واحمق الاحمق الفجور.“

ترجمہ: ”بے شک سب سے بڑی دانشمندی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے' اور سب سے بڑی بے وقوفی اور حماقت گناہوں کا ارتکاب کرنا ہے۔“

یہ جملہ معرفت کے نور سے پوری طرح منور اور یقین کی روشنی سے کامل طور پر مزین ہے۔ جس میں واضح انداز میں دانشمندی اور حماقت کے درمیان فرق کا کھلا ہوا معیار بیان کردیا گیا ہے' ظاہر ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی قدرت کاملہ پر یقین رکھتا ہو' وہ ہرگز اسے ناراض کرکے اپنے آپ کو اخروی مصیبت میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس کی خواہش ہوگی کہ اس کی پوری زندگی گناہوں سے پاک ہوکر گزرے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے' جو دانشمندی کی سب سے بڑی علامت ہے۔

اس کے برخلاف جو انسان قدرت خداوندی پر مطلع ہونے کے باوجود اس کی معصیت کرکے اپنے کو مجرموں کی صف میں شامل کرلئے تو واقعتا اس سے بڑا کوئی بے وقوف دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ اس معیار پر وہ علماً راسخین اور دینداروں کے صحبت یافتہ افراد پورا اترتے ہیں' جن کی زندگیاں معاصی سے خالی ہیں۔ جن کے دن طاعات سے معمور اور جن کی راتیں مناجاتوں سے پرُنور ہیں' یہی لوگ دراصل عقل مند ہیں۔

اس کے برخلاف جو ”برعکس نام نہند زنگی را کافور“ کے بمصداق اپنے آپ کو ”دانشور“ نہیں بلکہ ”مہابے وقوف“ سمجھتے ہیں۔ ملی قیادت کا منصب ایسے لوگوں کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں اس دوٹوک اعلان سے یہ ثابت فرمادیا کہ عقل ودانش کا مدار ورع وتقویٰ پر ہے' جو شخص اپنی ذاتی زندگی میں متقی نہ ہو' وہ اجتماعی زندگی میں بھی تقویٰ پر قائم نہیں رہ سکتا' اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ تقویٰ سے محروم لوگوں کی قیادت سے امت کو بچانا بہرحال لازم ہے' اس کے بغیر امت کو فلاح حاصل نہیں ہوسکتی۔

عدل وانصاف:

اس کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عدالت وانصاف کے بارے میں اپنا نظریہ اس طرح واضح فرمایا:

”وان اقواکم عندی الضعیف حتی اخذله بحقه وان اضعفکم عندی القویٰ حتی اخذ منه الحق.“

ترجمہ: ”اور میرے نزدیک تم میں سے زیادہ طاقتور' وہ ضعیف (مظلوم) شخص ہے' حتی کہ میں اس کا (واقعی) حق اس کو دلاکر رہوں گا' اور میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ کمزور' وہ طاقتور (ظالم) شخص ہے حتی کہ میں اس سے (دوسرے کا) حق لے کر رہوں گا۔“

عام طور پر دنیا میں ہوتا یہ ہے کہ غریب اور ضعیف کی فریاد تک نہیں سنی جاتی' جبکہ طاقت اور

سورس والوں کی غلط حرکتوں کی بھی چشم پوشی کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ظالم کے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں اور مظلوم کی امیدیں ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس معاملہ میں اپنا کردار روز روشن کی طرح عیاں کردیا کہ یہاں ضعیف اور کمزور پر نظر نہیں ہوگی، بلکہ حق اور ناحق پر نظر ہوگی، طاقت اور ضعف کا پیمانہ نہیں ہوگا، بلکہ ظالم اور مظلوم کا پیمانہ ہوگا اور ہر شخص کی دادرسی انصاف کے ساتھ کی جائے گی۔

یہی طبعی انصاف پسندی انسانیت کی معراج اور ایمان کی روح ہے، حق کو حق سمجھنا اور غلط بات کی تائید نہ کرنا ہی اہل حق کا شیوہ ہے، جو اس بات کا خیال نہیں رکھے گا، وہ نہ خود سکون سے رہ پائے گا اور نہ دوسرے اس سے سکون خاطر حاصل کرسکیں گے، اس لئے اسلامی قیادت میں جذبۂ انصاف کا ہونا لازم ہے۔ محض اپنے مفاد اور اقتدار کی خاطر نہ تو کسی کی واضح غلطی سے چشم پوشی برتی جائے اور نہ کسی دوسرے مستحق کے بڑھتے ہوئے قدم پر روک لگائی جائے، بلکہ اس معاشرہ میں وسعت ظرفی، اصول پسندی اور حوصلہ افزائی جیسے عناصر غالب ہوں، ایک طرف لوگ مطمئن ہوں کہ ان کے واجبی حق کو ضائع ہونے نہیں دیا جائے گا، دوسری طرف طالع آزما لوگ خوفزدہ ہوں کہ ان کی بے اصولی پر سخت گرفت کی جائے گی اور پھر ان کو کہیں جائے پناہ نہ ملے گی، جب معاشرہ میں اس طرح کے نظارے دیکھنے کو ملیں گے تو پھر یہ دنیا جنت نظیر بن جائے گی۔

اتباع سنت:

اس کے بعد خلیفۂ رسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"ایھا الناس! انما انا متبع ولست بمبتدع."

ترجمہ: "اے لوگو! میں سنت کا پیروکار ہوں اور بدعتی نہیں ہوں۔"

یعنی مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ کو چھوڑ کر کوئی نیا طریقہ ایجاد کروں گا، میں تو بس پیغمبر کا غلام ہوں، انہی کا حتمی پیروکار ہوں اور ہر بدعت کے کام سے بے زار ہوں، یہ اعلان ہے اس ذات مقدس کا، جسے پیغمبر علیہ السلام کے بعد امت محمدیہ کی قیادت کا پہلا شرف حاصل ہوا ہے، اور جس کی افضلیت، عظمت، اور صداقت کی قسمیں دنیا میں کھائی جاتی ہیں۔ یہ اعلان اپنے اندر سے یہ پیغام دے رہا ہے کہ ملت کی قیادت کا نازک منصب بس اسی شخص کو زیب دیتا ہے جو واقعتاً متبع سنت اور بدعت سے نفور ہو، جس کا ہر ہر قدم اسوۂ رسول سے ہم آہنگ اور غیروں کے طرز عمل سے دور ہو، اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا مدار ان نت نئے ایجاد کردہ اعمال اور حرکتوں پر ہرگز نہیں، بلکہ اسلام کی عزت تو بس اسلام کے اس نمونہ سے ہے، جس کو ہمارے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور جس نمونہ کو سینے سے لگائے ہوئے آپ کے پاک اور برگزیدہ صحابہ دنیا سے پردہ فرماگئے، جو شخص اس پیش کردہ نمونہ کو ناکافی سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں کوئی بات گھڑتا ہے اور اسے اسلام کی شوکت کا ذریعہ قرار دیتا ہے وہ دین کی کوئی خدمت نہیں بجالا رہا، بلکہ دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کررہا ہے، اس لئے اسلامی قیادت کو سنت کی پاسداری بھی ضروری ہے، جس کے بغیر صحیح رہنمائی کا فرض ادا نہیں کیا جاسکتا۔

قائد کے ساتھ لوگوں کا طرز عمل کیا ہو؟

اخیر میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ گراں قدر نصیحت فرمائی:

"فان احسنت فاعینونی، وان زغت فقومونی اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم."

(موسوعہ آثار الصحابہ/۳۵)

ترجمہ: "پس اگر میں اچھا کام کروں تو تم میرا تعاون کرنا، اور اگر میں راہ حق سے ادھر ادھر ہونے لگوں تو تم مجھے سیدھے راستہ پر گامزن کردینا، میں یہ بات کہہ کر اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے اور اپنے لئے مغفرت کا طلب گار ہوں۔"

اس نصیحت کے دو پہلو ہیں:

ا:...... اول یہ کہ عوام کو چاہئے کہ وہ خیر کے کاموں میں اپنے قائد کا تعاون کرنے سے دریغ نہ کریں اور محض ذاتی مخاصمت کی وجہ سے اس کی اچھائیوں کو نظر انداز نہ کریں، اور اگر اس سے واقعتاً کوئی خلاف شرع عمل دیکھیں تو مناسب حکمت عملی سے اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں، اس میں بھی اس کو بدنام کرنے کے بجائے، خیر خواہی کا پہلو غالب رہنا چاہئے، یہ نہیں کہ جہاں اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات دیکھی، فوراً ہوا خیزی شروع کردی اور ہاتھ دھوکر پگڑیاں اچھالنے میں لگ گئے، اس سے صرف قائد ہی کا نقصان نہیں ہوتا، بلکہ پوری قوم مطعون اور بدنام ہوتی ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں بہت سوچ بوجھ اور احتیاط کے ساتھ حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲:...... مذکورہ نصیحت کا دوسرا روشن پہلو یہ ہے کہ خود قائد کو بھی اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ اگر کوئی اس کی واقعی غلطی پر نکیر کرے تو وہ اس کا برا نہ مانے بلکہ شکریہ کے ساتھ حق بات کو قبول

کر لے۔ خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو مجھ کو میرے عیوب پر آگاہ کردے۔'' (العلم والعلماء:۱۲۷)

علمائے حق کا ہمیشہ سے یہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی بات پر پچ نہیں کی' بلکہ حق سامنے آنے پر اسے بلاچوں وچرا قبول کرکے اپنی غلطی کو تسلیم کرلیا' لہٰذا ملت کا قائد بھی بہر حال بشر ہے' اس سے رائے اور نظریہ میں غلطی ہوسکتی ہے۔ اگر بالفرض غلطی کا غلطی ہونا اس پر واضح ہوجائے تو اسے اپنی رائے سے رجوع کرنے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہئے۔

خلاصۂ کلام:

مذکورہ خطبہ مبارکہ کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے' گویا کہ یہ ملت کی فلاح و بہبود کا ایک روشن منشور ہے' اس لئے ملی قیادت کے معاملہ میں ہمارا عمل اسی کی روشنی میں انجام پانا چاہئے۔ معاملہ اسلامی حکومت کا ہو یا کسی دینی ادارہ یا جماعت کی قیادت وسیادت کا' ہر جگہ ایسے ہی افراد کا انتخاب ہونا چاہئے جو درج بالا جذبات وصفات عالیہ کے حامل ہوں' اور جو حضرات اس وقت ان اداروں کے ذمہ دارانہ مناصب پر فائز ہیں' انہیں بار بار اس خطبہ کو پڑھنا اور یاد رکھنا چاہئے تاکہ اس خطبہ کے مشمولات کی روشنی میں وہ اور زیادہ بہتر طریقہ پر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ ملت کو ہمیشہ دینی قیادت سے سرفراز رکھے اور نااہلوں اور بددینوں کی سیاست سے نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار' میٹھادر کراچی
فون:2545573

HB ®
TRUSTABLE MARK
Hameed ® BROS JEWELLERS
3, Mohan Tarrace Sharhah-e-iraq Saddar Karachi. Code: 74400
Phone : 5675454, 5215551 Fax : (092-21) -5671503

دعوت کی اہمیت وضرورت

مولانا محمد ساجد حسن مظاہری

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے' نیک کام کرنے کو کہے اور بدی سے روکا کرے' ایسے لوگ پورے کامیاب ہیں۔''

(آل عمران:۱۰۴)

معروف ومنکر کی تعریف:

ہر وہ قول وعمل جس کی خوبی عقلاً وشرعاً ثابت ہو اور وہ کتاب وسنت کے موافق ہو' اس کو معروف کہتے ہیں' اور اس کی ضد منکر ہے' جس کو کوئی عقل مند اور نیک آدمی پسند نہیں کرتا' بلکہ اس سے نفرت کرتا ہے:

''المعروف مااستحسنه الشروع والعقل' والمنکر ما استقجه الشرع والعقل.''

تشریح وتوضیح:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں ایک بہت اہم مضمون بیان فرمایا ہے کہ آدمی کو اپنے نفس کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی بھی کوشش کرنی چاہئے:''امر بتکمیل الغیر اثر امرهم بتکمیل النفس ''اور ایک مخصوص جماعت اسلام کی تبلیغ واشاعت میں لگی رہے۔ خیر وشر' بھلے برے' نیکی و بدی اور نفع ونقصان کا فرق سمجھا کر راہ راست پر چلنے کی تلقین کرے اور برے کاموں میں ملوث ہونے سے منع کرے۔ ایسے لوگوں کو درجہ کمال تک پہنچنے اور اجر وثواب کا وافر حصہ ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم:

ا:...... جس جماعت کو حاکم وقت یا کسی ادارے نے اسی کام پر مامور کیا ہو' جیسے اسلامی حکومت کے جہادی دستے یا مدرسے کے حضرات مبلغین' ایسے گروہ پر ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' فرض عین کا درجہ رکھتا ہے' کوئی کرے نہ کرے' ان کو بہر حال کرنا ہے' ترک کی صورت میں گناہ گار ہوں گے۔''او نصبه الامام لاجله یکون ذلک فرض عین.''

۲:...... تمام امت پر بہ استثنا معذورین فرض کفایہ ہے' اگر کوئی بھی نہ کریں تو ساری امت گناہ گار ہوگی (ان ترک الکل اثمو جمعیاً)

۳:...... جس کو قدرت حاصل ہے' اس کے لئے امر بالمعروف امور واجبہ' مثلاً: نماز پنج گانہ میں واجب ہے' اور امور مستحبہ' مثلاً: نوافل وغیرہ میں مستحب ہے' اور نہی عن المنکر فعل حرام میں واجب اور مکروہ میں افضل وبہتر ہے۔ (محاسن التاویل صفحہ ۱/۱۰۸)۔ البتہ مستحب میں نرمی اور واجبات میں اولاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کی جائے گی۔

۴:...... اگر یہ اندیشہ ہو کہ لوگ متہم کریں گے' گالم گلوچ سے پیش آئیں گے (قذفو اوشتموہ) یا عداوت اور قتل کی نوبت آجائے گی تو ترک افضل ہے۔

نہی کے درجات:

ا:...... زور زبردستی: اگر کسی کو اتنی قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر دباؤ ڈال کر فرائض وغیرہ ادا کرنے پر کسی کو مجبور کرسکتا ہے' یا ڈنڈے کے زور پر حرام کاموں سے روک سکتا ہے اور اس کا کوئی ضرور نقصان نہیں ہوگا' جیسے حاکم وقت اور اسی طرح ہر آدمی اپنے اہل وعیال کے اعتبار سے' تو از روئے شرع اس کو یہ حق حاصل ہے۔

۲:...... درجہ زبانی فہمائش: کہنا سننا' اطاعت الٰہی اور فرمانبرداری کے فوائد بتانا اور اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کے نقصانات سے آگاہ کردینا۔

۳:...... درجہ اظہار نفرت: اگر زبانی کہنے سننے کی بھی طاقت وہمت نہ ہو تو ایسے بدکردار آدمی سے جو فرائض وواجبات کو چھوڑ کر حرام کاموں میں مشغول و منہمک ہے' اس سے نفرت کرے اور اس سے محبت' تعلق اور میل جول ختم کرے' البتہ بعض حضرات علماً کے نزدیک ان مراتب کی ترتیب حسب ذیل ہے:

طاقت وقوت کے ذریعے تبلیغ حکام اور صاحب اقتدار لوگوں کے لئے ہے' زبانی تبلیغ کا تعلق علماً سے ہے اور اظہار نفرت کا تعلق کم تر درجے کے لوگوں سے ہے۔

''بالید علی الحکام باللسان یوحی علی العلماً وبالقلب علی الضعفاء''

شرائط وآداب:

۱:......جس چیز کی تبدیلی کر رہا ہے' اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ البتہ بعض علماً کے نزدیک یہ ذمہ داری علماً کی ہے اور یہی اس کے اہل ہیں' کیونکہ جاہل عوام اس کے مواقع اور محل سے ناواقف ہوتے ہیں' اس لئے بسا اوقات نرمی کی جگہ سختی اور سختی کی جگہ نرمی کرتے ہیں۔ "وینکر علی من لایزیدہ انکارہ التمادیاً"

۲:......دین الٰہی کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لئے تبلیغ کا کام کرے۔

۳:......جس کو دعوت دے رہا ہے' اس کے ساتھ نرمی وشفقت کا برتاؤ کرے۔

۴:......بردباری اختیار کرے اور اگر اس راہ وفا میں کچھ دقتیں اور پریشانیاں سد راہ بنیں تو ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

۵:......کسی فتنے وفساد کا سبب نہ بنے۔

۶:......وعظ وتقریر کے بعد اپنی ذاتی منفعت کے لئے کوئی سوال نہ کرے۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت:

۱:......درہ بنت ابی لہب سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہو' رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا' ہو سب سے زیادہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہو۔

۲:......حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو' ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کردے گا' جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے' تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے' اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوں گی' تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی' مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔

۳:......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قبروں سے نکال کر اللہ کے حضور میں بندر اور خنزیر کی شکل میں لائے جائیں گے' کیونکہ یہ لوگ گناہ گاروں سے تعلقات رکھتے تھے اور باوجود یہ کہ گناہ سے روکنے پر ان کو قدرت حاصل تھی' مگر انہوں نے منع نہیں کیا "بما واھنوا اھل المعاصی و کفونھیم وھم یستطعون"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی بستی والوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا' جس میں اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ایسے نیک اعمال تھے' جیسے حضرات انبیاً علیہم السلام کے ہوتے ہیں۔

پوچھا گیا: یارسول اللہ! کس وجہ سے؟ فرمایا بندوں کی نافرمانیاں دیکھ کر بھی وہ ان سے اللہ کے لئے ناراض نہیں ہوئے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔

۵:......بعض اولیاً سے منقول ہے کہ جس بستی میں میں چار طرح کے آدمی ہوں' اس بستی والے بلا ومصیبت سے محفوظ رہتے ہیں:

۱:......ایسا انصاف پسند حاکم جو ظلم وزیادتی روا نہ رکھے۔

۲:......ایسا عالم دین جو راہ ہدایت پر قائم ہو۔

۳:......ایسے بزرگان دین جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوں' تعلیم دین اور تعلیم قرآن کی ترغیب دیتے ہوں۔

۴:......اس بستی کی عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرتی ہوں (نسائھم مستورات لایتبرجن تبرج الجاھلیہ)۔

پیغام:

اسلام ایک پیغام الٰہی ہے اور ساری امت مسلمہ پر اس پیغام کو قائم رکھنا' اس کو پھیلانا' اس کی دعوت دینا اس کی توسیع واشاعت میں حصہ لینا بڑا فریضہ ہے' اگر دیکھا جائے تو تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اس سے تغافل برت رہے ہیں۔

حکام اور صاحب اقتدار لوگوں نے اپنی تمام تر توجہ عیش وآرام اور ملکی دولت ناجائز طور پر اکٹھے کرنے پر مرکوز کر رکھی ہے۔ مسند اقتدار پر زیادہ دنوں تک کس طرح قابض رہ سکتے ہیں؟ بس یہی فکر ان کو دامن گیر ہے' اسی کی ادھیڑ بن میں ان کے شب وروز بسر ہوتے ہیں۔ ان کے زیر نگیں ملک میں کتنے فواحش ومنکرات پنپ رہے ہیں؟ اور کتنے شراب خانے تھیٹر' سینما ہال' ناچ گھر' رقص وسرود کی محفلیں' طوائف خانے' میوزک کالج' لاٹری کے اڈے' اسکول آف آرٹ تصویر خانے' ریڈیو پر فحش گانے' ٹیلی ویژن وویڈیو اور ڈش انٹینا' بلیو فلمیں' ننگی تصویریں فن آرٹ کے نام پر چل رہے ہیں' ان کو اس کی فکر ہی کہاں؟ حالانکہ یہ سب منکرات وہ ہیں جن کا روکنا ان کی ذمہ داری تھی' اور ان کے بس میں بھی تھا' اس سے بڑھ کر قیامت یہ ہوئی کہ ان منکرات کو لائسنس دے کر سند جواز بھی عطا کر دی گئی ہے اور اب یہ ان کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہے ہیں۔

شریعت وطریقت سے جاہل پیروں اور سجادہ نشینوں نے لمبی لمبی تسبیحات سنبھال لی ہیں' جبہ ودستار' دست بوسی اور فرشی سلام پر وہ اتنا فریفتہ ہیں کہ ماورا سے بے خبر ہوکر' سب عزت وعظمت اسی کو سمجھ بیٹھے اس لئے ان سے تبلیغ ودعوت کی توقع ہی فضول ہے۔

رہے حضرات علماء کرام! جن کو پوری امت کی صلاح وفلاح اور دوا و معالجہ کا ذمہ دار بنایا گیا تھا، تو وہ یقیناً اپنے محاذ پر مصروف جہاد ہیں، مگر انہیں بھی کچھ وقت نکال کر مسلمان عوام کی دینی ضرورتوں کی تکمیل کرنی چاہئے۔

مطالبہ ہم سے تھا کہ ہماری ایک مخصوص جماعت اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا اور اسی کو اپنا وظیفہ اور حرز جاں بناتی، ہم نے تو دین الٰہی اور حق کو حق کی شکل میں پیش کرنے میں تساہل اور غفلت کی، مگر عیسائیوں نے دین منسوخ اور باطل کو حق اور غلط کو صحیح کر دکھانے کے لئے اپنی مشنریاں، عیسائی مبلغین کی مستقل جماعتیں مخصوص کر رکھی ہیں۔

مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ''شدھی سنگھٹن'' تحریک وغیرہ وغیرہ اپنے پشت پناہوں کے سہارے میدان سنبھال رہی ہیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی جماعت اور فرد مقدور بھر اس کی کوشش کرتا ہے تو اس کی امداد واعانت اور جو کوتاہیاں ہیں، ان کی اصلاح کی کوشش کی جاتی، اس کی بجائے اس کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ضرورت ہے کہ ہر فرد بشر اپنی ترتیب اور سہولت کے مطابق جس طرح بھی مناسب سمجھے دعوت کا کام کرے اور محلے اور بستی میں جن صاحب کا اثر ہو، اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرے اور اپنے عہدے اور چودھراہٹ کا استعمال اللہ کے لئے کرے، محلّہ در محلّہ، بستی در بستی، ایسی اصلاحی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو اس کام کو انجام دیں اور خوشی و مسرت کی تقریبات پر نگاہ رکھیں، کیونکہ ان میں منکرات زیادہ ہوتے ہیں، جو ذات برادریاں قائم ہو چکی ہیں، وہ اس کام کو بخوبی انجام دے سکتی ہیں۔

☆☆..........☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے فرمایا: ''عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے نزدیک ''اسرائیل'' استعماری سازش کی ناجائز اولاد ہے، جس کی پرورش امریکی ایٹم کے زور سے کی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ تعلقات و روابط استوار کرنا کیا معنی؟ کسی اسلامی حکومت نے استعمار کے اس ''ناجائز بچہ'' کو ابھی تک زندہ رہنے کی اجازت بھی نہیں دی ہے، لیکن قادیانیوں کی ''ربوہ اسٹیٹ'' خود بھی چونکہ استعمار کی ناجائز اولاد کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے ان دونوں کے نہ صرف باہمی روابط استوار ہوئے، بلکہ دونوں توأم ''بہن بھائی'' کی حیثیت میں عالم اسلام کو چیلنج کر رہے ہیں۔''

(از تحفہ قادیانیت جلد دوم)

مساجد کے لئے خاص رعایت
جبار کارپیٹس
ڈیلرز:
مون لائٹ کارپٹ
نیر کارپٹ
ثمر کارپٹ
وینس کارپٹ
اولمپیا کارپٹ
یونی ٹیک کارپٹ
پتہ:
این آر ایونیو، نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک ''جی'' برکات حیدری، ناظم آباد
فون: 6646888-6647655 فیکس: 0921-21-5671503
E-mail :jabbarcarpet@cyber.net.pk

’محمد رسول اللہ‘ کا قادیانی تصور

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سلسلۂ نبوت حضرت م علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت خاتم النبیین محمد ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ آپ کے بعد ئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہو گا‘ بلکہ آپ ہی ا رسالت و نبوت کا دور قیامت تک باقی رہے گا۔

اور یہ بھی نہیں کہ ایک بار تو آپ صلی اللہ علیہ م کو نبی کی حیثیت سے مکہ میں مبعوث کیا جائے اور کسی زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بار حت نبوت سے آراستہ کر کے کسی اور جگہ بھیجا ے۔ نہیں! بلکہ آپ کی پہلی بعثت ہی ایسی کافی و فی تھی کہ وہ قیامت تک قائم و دائم رہے گی‘ اور آپ ی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا آفتاب رہتی ا تک تاباں و درخشاں رہے گا‘ نہ وہ کبھی غروب ہو گا‘ اس کے بعد دوبارہ سلسلۂ نبوت جاری کرنے کی رورت لاحق ہو گی۔

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ نخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی کی حیثیت سے دنیا ں دوبارہ آنا منجانب اللہ مقدر تھا‘ چنانچہ ایک دفعہ ٹی صدی مسیحی میں آپ محمد کی حیثیت سے مکہ مکرمہ ں مبعوث ہوئے اور دوسری بار انیسویں صدی مسیحی ے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں‘ ادیاں (ضلع گورداسپور‘ مشرقی پنجاب) میں آپ کو بعوث کیا گیا‘ لیکن یہ دوسری دفعہ کی بعثت آپ صلی للہ علیہ وسلم کی پہلی شکل میں نہیں ہوئی‘ بلکہ اس بار مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں آپ کا ظہور ہوا‘ آپؐ کے اسی ظہور کو مرزا قادیانی کی ”خاص اصطلاح“ میں ”ظل“ اور ”بروز“ کہا جاتا ہے۔

اس عقیدے کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کی وجہ سے بعینہٖ ”محمد رسول اللہ“ ہے‘ ان کا وجود بعینہٖ محمد رسول اللہ کا وجود ہے اور ان کی آمد بعینہٖ محمد رسول اللہ کی آمد ہے۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ پہلی تشریف آوری میں آپ محمد تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسری میں آپؐ کا نام غلام احمد (یا قادیانی اصطلاح میں صرف احمد) ہے‘ پہلی بعثت مکہ میں ہوئی تھی اور دوسری قادیاں میں‘ پہلی بعثت جلالی تھی اور دوسری جمالی...... مرزا قادیانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری (قادیانی) بعثت کا عقیدہ ایسی تکرار و اصرار اور صراحت و وضاحت سے درج کیا ہے کہ یہ عقیدہ قادیانی جماعت کا ”مخصوص ترانہ“ بن گیا اور ان کے عقیدت مند ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنے لگے کہ: ”مرزا محمد است و عین محمد است“۔

”صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعث ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا“

(الفضل ۲۸/مئی ۱۹۲۸ء)

”اے میرے پیارے میری جان رسول قدنی
تیرے صدقے تیرے قرباں رسول قدنی
پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے
تجھ پر پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی“

(الفضل قادیان مورخہ ۱۶/اکتوبر ۱۹۲۲ء)

”مصطفیٰ میرزا بن کے آیا“ اور ”تجھ پر پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی“ کے نعرے خالی از علت نہیں تھے‘ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ۲۰ سالہ تعلیم و تلقین کے ثمرات تھے۔ اس سلسلہ کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں‘ تاہم مزید تشریح کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کے اکابر کے چند حوالے یہاں بھی پڑھ لیجئے:

ا:...... ”اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار (چھٹی صدی مسیحی) میں مبعوث ہوئے‘ ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار (تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں (قادیان میں) مبعوث ہوئے‘ اور یہ قرآن سے ثابت ہے‘ اس میں انکار کی گنجائش نہیں اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے سر نہیں پھیرتا...... اور جس نے اس بات سے انکار

کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے‘ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی‘ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔“ (خطبہ الہامیہ ص۱۸۰‘ ۱۸۱‘ روحانی خزائن ص۲۷۰‘ ۲۷۱ ج۱۶)

۲:..... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا‘ جو مسیح موعود اور مہدی معہود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا۔“ (تحفہ گولڑویہ طبع اوّل ص۹۴‘ روحانی خزائن ص۲۴۹ ج۱۷)

۳:..... ”جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔“ (روحانی خزائن ص۲۵۴ ج۱۷ تحفہ گولڑویہ ص۹۶)

۴:..... ”غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے: ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے‘ دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے۔“ (روحانی خزائن ص۲۶۰ ج۱۷ تحفہ گولڑویہ ص۹۹)

۵:..... ”پھر اس پر بھی تو غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے...... اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ جس طرح نبی کریم کو امیوں یعنی مکہ والوں میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے‘ اسی طرح ایک اور قوم میں بھی آپ کو مبعوث کیا جائے گا‘ جو ابھی تک دنیا میں پیدا نہیں کی گئی‘ لیکن چونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے کہ ایک شخص جب فوت ہو جاوے تو اسے پھر دنیا میں لایا جاوے..... پس یہ وعدہ اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کے لئے ایک ایسے شخص کو چنا جاوے جس نے آپؐ کے کمالات نبوت سے پورا حصہ لیا ہو‘ اور جو حسن اور احسان اور ہدایت خلق اللہ میں آپ کا مشابہ ہو‘ اور جو آپ کی اتباع میں اس قدر آگے نکل گیا ہو کہ بس آپ کی ایک زندہ تصویر بن جائے‘ تو بلاریب ایسے شخص کا دنیا میں آنا خود نبی کریم کا دنیا میں آنا ہے اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتیٰ کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں...... تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا۔“ (کلمۃ الفصل ص۱۰۴‘ ۱۰۵ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز مارچ اپریل ۱۹۱۵ء)

۶:..... پس وہ جس نے مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وجودوں کے رنگ میں لیا‘ اس نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی مخالفت کی‘ کیونکہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کہتا ہے ”صار وجودی وجودہ“ (میرا وجود آپ ہی کا وجود بن گیا ہے) اور جس نے مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اور نبی کریم میں تفریق کی اس نے بھی مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف قدم مارا‘ کیونکہ مسیح موعود صاف فرماتا ہے کہ ”من فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی ومارای“ (جس نے میرے اور مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا اس نے مجھے نہ دیکھا اور نہ پہچانا)۔“ (دیکھو خطبہ الہامیہ ص۱۷۱ خزائن ص۲۵۸ ج۱۶) اور وہ جس نے مسیح موعود کی بعثت کو نبی کریم کی بعثت ثانی نہ جانا‘ اس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا کیونکہ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ایک دفعہ پھر دنیا میں آئے گا۔“ (کلمۃ الفصل ص۱۰۵)

ان حوالوں سے واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں‘ اور یہ کہ آپ کی دوسری بعثت قادیان میں مرزا غلام احمد کی شکل میں ہوئی‘ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی ”عین محمد“ ہیں‘ اور یہ عقیدہ قادیانی جماعت کے ذہنوں میں کس حد تک راسخ ہے؟ اس کا اندازہ ایک قادیانی کے مندرجہ ذیل تاثر سے کیجئے:

”ادھر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور شروع ہی میں اس کو خدا اور خدا کے رسول پاک کا نام سنایا جاتا ہے‘ بعینہ یہ بات میرے ساتھ ہوئی‘ میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ: ”مسیح موعود محمد است و عین محمد است۔“ (الفضل قادیان ۱۷/اگست ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص۲۶۸)

(جاری ہے)

مرسلہ: مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

حقوق اولاد

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تھوڑا سا غور کریں تو انسان آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ بچوں کو ان کے فرائض یاد دلانا واقعتاً بہت ضروری ہے‘ مگر اس سے بھی اہم تر یہ ہے کہ بڑے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کما حقہٗ دلچسپی لیں اور بچوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ عمر کے ساتھ ساتھ بچے خود بخود اپنے فرائض سے آگاہ ہوتے جائیں اور اپنے والدین کی مثال سامنے رکھتے ہوئے فرائض کی ادائیگی میں چستی اور مستعدی کا مظاہرہ کریں‘ ویسے بھی حقوق و فرائض کا عمل دو طرفہ ہے‘ ایک فریق کا رویہ دوسرے فریق کو متاثر کرتا ہے‘ اگر والدین اپنے فرائض کی ادائیگی میں چوکس ہوں تو ان کی اولاد بڑی حد تک فرض شناس اور ذمہ دار ہوگی۔ اگر ایک باپ گھر میں سگریٹ نوشی کرتا ہے تو یہ بری عادت ہے اور صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے‘ لیکن اس کا بھیانک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں بھی کوتاہی کا ارتکاب کر رہا ہے‘ کیونکہ خود تمباکو نوشی کرنے والا اپنے بیٹے کو اس سے باز رہنے کی نصیحت کیسے کرسکتا ہے؟ اور اگر کرے بھی تو اس کا اثر کیا ہوگا؟ اب اگر بچہ بڑا ہوکر سگریٹ نوشی کا عادی ہوجائے تو اس باپ کو بیٹے کی تربیت میں خامی سے کیسے بری الذمہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہی حال بے نماز‘ رشوت خور‘ جھوٹ بولنے والے‘ وعدہ خلافی کرنے والے‘ گالم گلوچ اور بدزبانی کرنے والے‘ روزے نہ رکھنے والے اور زکوٰۃ نہ دینے والے والدین کا ہے۔ اگرچہ یہ گناہ ذاتی نوعیت کے ہیں‘ لیکن اولاد کے معاملے میں ان کی تاثیر متعدی ہوجاتی ہے۔

بچے اپنے والدین کو جس رویئے اور جن مشاغل میں دیکھیں گے‘ وہ ان سے کیسے متاثر نہ ہوں گے؟ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین بچوں کو زبانی وعظ و نصیحت بھی کریں‘ مگر اہم بات یہ ہے کہ وہ انہیں اپنی شخصیت کا نمونہ پیش کرکے ان پر واضح کریں کہ کیا چیز پسندیدہ ہے؟ اور کیا چیز ناپسندیدہ؟ کون سے کام کرنے کے ہیں؟ اور کون سے اجتناب کرنے کے قابل ہیں؟ اس طرح بڑی حد تک توقع کی جاسکتی ہے کہ بچے ہمہ گیر تربیت پائیں اور اچھے شہری اور اچھے مسلمان ثابت ہوں‘ چنانچہ اس تحریر کا مدعا یہ ہے کہ بڑے اپنے فرائض سے آگاہ ہوں اور والدین اپنے فرائض سے واقف ہوکر ان کی ادائیگی کے سلسلے میں چوکس ہوں‘ جبکہ اولاد کو فرائض کی ادائیگی کا احساس دلانا بھی ضروری ہے‘ مگر وہ اس کے بعد کی بات ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ والدین کو حسن عمل اور حسن اخلاق کی عملی مثال پیش کرنا سب سے ضروری ہے‘ اس کے لئے اپنے فرائض کو ہر وقت ذہن میں مستحضر کرنا لازم ہے‘ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ اولاد کی تربیت بہت بڑی ذمہ داری ہے‘ کیونکہ اچھی‘ صالح اور نیک اولاد صدقہ جاریہ کے درجے میں آتی ہے اور اس کے نیک اعمال کا ثواب والدین کو بھی ملتا رہتا ہے‘ چاہے وہ وفات بھی پاجائیں‘ اسی طرح اگر ماں باپ نے اپنی اولاد کی تربیت میں کوتاہی کی ہوگی تو اولاد کی برائیوں کا گناہ بھی والدین کو لگاتار ملتا رہے گا‘ اگرچہ وہ فوت بھی ہوجائیں‘ پس مسئلے کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے آیئے حقوق اولاد یعنی والدین کے فرائض کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ سے نیک اور سعادت مند اولاد مانگنی چاہئے‘ جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں منقول ہے: ”رب ھب لی من لدنک ذریة طیبة“ عقیقہ‘ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کو کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے کا اچھا نام رکھنا بھی ایک حق ہے‘ ایسا نام جو کسی اچھی شخصیت کے نام پر ہو یا اچھے معنی رکھتا ہو‘ نام بے تکا اور بے معنی نہ ہو کہ بچہ بڑا ہوکر اپنے نام کی وجہ سے شرمندگی محسوس کرے‘ مثلاً محمد بوٹا‘ پیراں دتہ‘ اروڑہ‘ گھسیٹا‘ علی بخش‘ عباد علی‘ شقو دو غیرہم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں‘ یعنی وہ نام جس میں اللہ کا

بندہ ہونے کا مفہوم نکلتا ہو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر نام رکھنا بھی پسندیدہ ہے۔

''آدمی اپنے بچہ کو سب سے پہلا
تحفہ نام کا دیتا ہے اس لئے چاہئے کہ اس
کا اچھا نام رکھے۔''

اب بچے کی تربیت کا آغاز ہوتا ہے جسمانی نشوونما کے لئے بچے کو اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے اچھی غذا اور خوراک جو حلال اور جائز طریقے سے کمائی گئی ہو مہیا کرنے کا بندوبست کیا جائے بچہ تو معصوم ہے اس کو تو جو ملے گا کھالے گا مگر والدین خصوصاً والد کا یہ بڑا اہم فرض ہے کہ وہ روزی کمانے کے جائز ذرائع اختیار کرے یہ تربیت اولاد کا ایک لازمی تقاضا ہے رزق حلال پر پرورش پانے والے بچے عموماً صاف ستھرے اخلاق و کردار کے مالک والدین کے فرمانبردار بزرگوں کا احترام کرنے والے اور راست رو ہوتے ہیں جب بچہ بولنے کا آغاز کرے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ سکھایا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کہلواؤ اور موت کے وقت ان کو اسی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

جس طرح پیدائش کے بعد پہلی آواز بچے کے کان میں جو ڈالی جاتی ہے وہ اذان کے الفاظ ہیں اسی طرح جب اس کی گفتگو کا آغاز بھی کلمہ توحید سے ہوگا تو اس کا اس کے قلب و ذہن پر اثر ضرور ہوگا۔ آج کے مغرب زدہ دور میں مسلمان بچوں کو زیادہ سے زیادہ انگریزی الفاظ سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے بچے کے ذہن پر اس زبان کی برتری غالب ہوکر اسے مغربی اقدار سے قریب اور اسلامی اقدار سے دور کرنے لگتی ہے۔

بچے کا سب سے پہلا مدرسہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے اگر ماں پاکیزہ اخلاق و کردار کی مالک سادگی پسند مشرقی اقدار و روایات کی شائق اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والی ہوگی تو بچہ یہی باتیں خود بخود سیکھ جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر ماں فیشن کی دلدادہ موسیقی کی شوقین بے پردگی کی عادی اور اسلامی روایات سے نفور ہوگی تو بچہ بھی انہی اقدار کو پسند کرے گا اور اپنائے گا لہٰذا بچے کی تربیت میں ماں کا کردار باپ سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

''اے مسلمان عورت! تو بتول
(حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا کردار اپنا
کر زمانے کی آنکھوں سے مستور زندگی
گزار پھر دیکھ تیری گود میں بھی حسین
(رضی اللہ عنہ) پرورش پائے گا۔''

☆☆..........☆☆

ارشادات حضرت مجدد الف ثانیؒ

آپؒ سلطان المشائخ اور قطب دوران تھے آپ ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار اور دوسرے علماء سے تعلیم و تربیت حاصل کی علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ آپؒ کا ارشاد ہے:

☆......گناہ کے بعد شرمندگی بھی توبہ ہی کی ایک شاخ ہے۔

☆......مومن ہو یا کافر کسی کی دل آزاری نہ کرو اس لئے کہ کفر کے بعد یہی سب سے بڑا گناہ ہے۔

☆......اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت کو مقدم رکھنا ہی حقیقی کرم ہے۔

☆......آخرت کے کام آج ہی کرلو اور دنیا کے کام کل پر چھوڑ دو۔

☆......تمام مخلوقات میں انسان ہی سب سے زیادہ محتاج ہے۔

☆......جو شخص کافروں کو عزیز رکھتا ہے اس نے اہلِ اسلام کو ذلیل کیا۔

☆......لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنا اذیت کا باعث ہوتا ہے۔

☆......بُرے علماء وہ ہیں جو لوگوں سے عزت کے طالب ہوتے ہیں۔

☆......جب تک کوئی شخص قلبی امراض میں مبتلا ہے کوئی عبادت اور اطاعت فائدہ نہیں دے سکتی بلکہ مضر ہے۔

☆......جب تک عقائد صحیح نہ ہوں احکام شریعت سے آگاہی فائدہ مند نہیں اور جب تک یہ دونوں نہ ہوں قلب کی صفائی ممکن نہیں۔

☆......نفس کے لئے سب سے مشکل کام شریعت کی پابندی ہے۔

☆......کمال اسلام یہ ہے کہ اس دنیوی غرض کو چھوڑ دیا جائے جو کفار کے ساتھ وابستہ ہو۔

☆......بہترین احسان وہ ہے جو ہمسائے کے ساتھ کیا جائے۔

☆......خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی طرف لے جاتی ہے۔

☆......مغروروں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا صدقہ ہے۔

☆......پیغمبر کی بات کے مقابلہ میں حکماء کے اقوال چھوڑ دو۔

☆☆..........☆☆

حق کی تلاش

حق کے سلسلہ میں تلاش وکوشش کا پھل اس وقت ملتا ہے' جب خواہشات کی اتباع سے آدمی محفوظ ہوجائے' اللہ کی توفیق سے وہ اپنی منزل مقصود کو حاصل کرلے' اس کا دل اس پر مطمئن ہوجائے' اور اس کو مکمل سکون نصیب ہو۔ ابوبکر جو کہ کانگو کے صدر کے مشیر ہیں اور انٹیلی جنیس کے شعبہ کے ذمہ دار ہیں' ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی تلاش وجستجو اور اپنی کوشش سے اس عظیم خزانہ ''اسلام'' تک پہنچے۔

ابوبکر کہتے ہیں: نصرانیت کے بگاڑ اور کمزوریوں سے میں پریشان تھا' جس کی وجہ سے میں صحیح دین کی تلاش وجستجو میں رہتا تھا' تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرسکوں' اسی دوران اچانک مسلم کمیونٹی سے میرا رابطہ قائم ہوگیا' چنانچہ میں ایک رہبر کے ساتھ قریب کی ایک مسجد کے امام سے ملا' امام صاحب نے توحید کے عقیدہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ اسلام کے بعض احکام مجھ پر واضح کئے' مجھے کچھ کتابیں دیں' میں ان کتابوں کو اپنے گھر لے گیا اور اسے پڑھنا شروع کیا' ان کتابوں کے پڑھنے سے ہر لحظہ میرے اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا کہ دین حق اسلام ہی ہے' اس کے بعد میں مسجد میں حق کی گواہی کا اعلان کرنے آیا۔

وہ کہتے ہیں: عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہی وہ زمانہ ہے جب میری بیٹی نے بذات خود تعلیم حاصل کرنے کے لئے برطانیہ کا سفر کیا' اور اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اس کا قیام ایک مسلمان خاندان میں رہا اور اس نے اپنے ساتھ ان کے سلوک اور ان کے اخلاق کا مشاہدہ کیا' چنانچہ اس نے ان سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں' اور ایک دن اس نے مجھے فون پر بتایا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنا نام مریم رکھا ہے۔

اس نے مجھ سے کہا: مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ میری خادمہ بھی اسلام کی طرف مائل ہے' لیکن اس کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں یہ نہیں سمجھ پارہی

امل الذبیب

ہوں کہ میں اس کو اسلام سے کیسے متعارف کراؤں؟ اور کس طرح اسلام کی طرف راغب کروں؟ میں سوچ رہی ہوں کہ اسلام کے متعلق کچھ کتابیں اس کے لئے خریدوں۔ میں نے اس سے کہا: تم اسے اسلام کی دعوت کے مرکز کیوں نہیں لے جاتیں؟ جبکہ وہ تمہارے گھر سے قریب بھی ہے' اس نے پوچھا: یہ مرکز کیا ہے؟ میں نے پھر تاکیداً اس سے کہا: تم اسے اسلام کی دعوت کے مرکز پہنچاؤ' جہاں دینی واصلاحی پروگرام ہوتے ہیں' وہاں ایسے لوگ مل جائیں گے جو اس کی زبان میں اس سے بات کریں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے اور اگر اس کو کوئی اشکال ہوگا تو اس کا جواب بھی دیں گے' کتابیں اور کیسٹ بھی اسے دیں گے' اور اس طرح ہفتہ واری لیکچرز میں حاضر ہونے کا دروازہ بھی اس کے لئے کھل جائے گا' اس کو وہاں جلد لے جاؤ تاکہ وہ اسلام قبول کرلے اور تمہیں زبردست اجر مل سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تمہارے ذریعہ ایک آدمی بھی اگر راہ راست پر آجائے تو تمہارے لئے یہ چیز سُرخ اونٹ سے بہتر ہے۔''

اگلے دن وہ مجھ سے ملی اور خوشی میں کلمہ شہادت کا ورد کررہی تھی' اس نے کہا کہ: میں آپ کو خوشخبری دیتی ہوں کہ میری خادمہ نے اسلام قبول کرلیا' کیا؟ اتنی جلدی' کب اور کیسے' اور کہاں؟ ہاں! کل میں اس کو دفتر میں لے گئی' جہاں اسلامیات پر درس ہوتا ہے' اتفاق سے کل کا دن اسی کی زبان میں درس کا دن تھا۔

میں اور میرے شوہر خادمہ کو لے کر وہاں گئے اور وہاں چھوڑ آئے' ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہم دونوں اس کو واپس لینے گئے' اور جیسے ہی میرے شوہر دفتر میں داخل ہوئے' تو انہوں نے وہاں کام کرنے والوں کو اس کو اسلام کی مبارکباد دیتے ہوئے پایا۔ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر ہی اسلام لے آئی' کلمہ شہادت پڑھا اور اپنا نام تبدیل کرلیا' وہ اس حال میں بہت خوش تھی (خوشی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑرہی تھی)۔

سبحان اللہ! ایک گھنٹہ کے اندر وہ اسلام لے آئی' غیر ملکوں سے آئی ہوئی کتنی عورتیں ہمارے پاس موجود ہیں' ضرورت ہے کہ انہیں اسلام سے واقف کرایا جائے' لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی زبان کو جاننے والے یا ان کے معاملات کا اہتمام کرنے والے پائے نہیں جاتے ہیں' کتنے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں جو اسلام اور اس کے معانی سے واقف ہیں' اور بہت سے لوگ ہیں کہ اگر ان کی فکر کی جائے اور ان تک اسلام کی باتیں پہنچائی جائیں تو یہ لوگ اللہ کے دین میں تیزی سے داخل ہوں گے' لیکن اس میں کمی ہے' کاش! ایسے اسلامی مراکز کا خوب اعلان کیا جائے اور ہر جگہ اس کا قیام عمل میں آئے تاکہ لوگ اس سے واقف ہوں' اور وہاں کی اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ استفادہ کریں۔

Regd No. SS-160

ترانہ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ

ڈاکٹر مہر مشتاق احمد

نام میرا بھی لکھ لیجئے جاں نثاروں کی فہرست میں
میں بھی شامل ہوں پیارے نبیؐ وفاداروں کی فہرست میں

میرا جینا تمہارے لئے مر بھی جاؤں تمہارے لئے
میرے رب نے سکھایا ہے یہ قرآں کے پاروں کی فہرست میں

النبی اولی بالمومنین من انفهسم

تیرا پہرہ میں دیتا رہوں تیرے دشمن سے لڑتا رہوں
میری اولاد شامل رہے پہرے داروں کی فہرست میں

آؤ نکلیں میرے دوستو سر پہ اپنے کفن باندھ کر
نام اپنے لکھا دیجئے رب کے یاروں کی فہرست میں

تیری خاطر یہ سارے جواں سر کٹانے کے مشتاق ہیں
ہم اٹھیں گے قیامت میں سب تیرے پیاروں کی فہرست میں